ओ३म्

مثنوی

حضرت بو علی شاہ قلندر (پانی پتی)

(فارسی)

اُردو ترجمہ و تشریح

از

بخشی نرسنگداس لو ریٹائیرڈ ڈپٹی کنٹرولر ڈیفنس اکونٹس
ڈیرہ ڈُون

ओ३म्

مثنوی

حضرت بو علی شاہ قلندر (پانی پتی)

(فارسی)

اردو ترجمہ و تشریح

از

بخشی نرسنگداس لو ریٹائرڈ ڈپٹی کنٹرولر ڈیفنس اکونٹس ڈیرہ دون

جگیاسو جنوں کے ہیت ارتھ
پریس میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا

پہلی بار یکہزار

★

قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ :- 1:- نرسنگداس لو 369 پرانا ڈالن والا۔ ڈیرہ دون۔

2:- ایڈیٹر سمنادرین سمتا یوگ آشرم نرائینہ

3:- شری بہاری لال بیدی C-4-G/129A جنک پوری دہلی 58

(جمال پریس دہلی)

اوم

دو شبد

پیارے پاٹھک، مثنوی حضرت بوعلی شاہ قلندر۔ فارسی زبان میں میرے ست سنگی بھائی کنشری سیتارام سوانی نے مجھے ۱۹۶۱ء میں دی تھی جس کو وقتاً فوقتاً میں پڑھتا تھا اور لطف اندوز ہوتا تھا۔ ستمبر ۱۹۸۱ء میں ایک دن جب میں اس کا وشیا پورک سوادھیائے کر رہا تھا۔ مجھے ایسی زبردست انتر پریرنا ہوئی کہ میں اس کا اردو ترجمہ مع تشریح لکھ کر شائع کروں۔ اسی پربھو پریرنا سے 9 ستمبر کو کام شروع کر دیا گیا اور 29 ستمبر ۱۹۸۱ء کو یہ پستک پوری طرح تیار ہو گئی۔ جو اب آپ سجنوں کی بھینٹ ہو رہی ہے

اس پستک کے ادھین سے یہ پتہ لگیگا۔ کہ ادھیاتم مارگ یا پرماتم پراپتی کا راستہ باوجود مذہبی بھید بھاؤ کے ایک ہے۔ مہاتما۔ فقیر۔ درویش خواہ کسی مذہب کے ہوں اور کسی دیش کے واسی ہوں۔ ان کا انتر مکھتا کا مارگ۔ ایک ہی ہوتا ہے۔ وہ تمام بھیدوں اور پرچھیدوں سے پرے رہتے ہیں اور مذہب کی قیدوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ اور آپسی ایکتا اور پریم کی ڈوری میں پروئے رہتے ہیں۔ کبیر صاحب نے کہا ہے حد ٹپے سو اولیا بے حد ٹپے سو پیر۔ حد بے حد دو تو ٹپے تا کا نام فقیر

اس پرکار یہ مہا پرش سمتا ستھتی میں رہتے ہیں اور اپنے جیون آدرش سے وہ سمتا کا اپدیش سمان روپ سے سب جیووں کو دیتے ہیں۔

شاہ صاحب نے یہ اپدیش روح کے مکھ سے کہلوایا ہے روح یا جیو آتما کا سروپ بھی روح نے صاف صاف بتلایا ہے کہ "شریر دھارن کرنے سے پہلے میں خدا کی ذات کے اندر بے نام ونشان تھی اور خدا کے ساتھ ایک روپ تھی۔ میرا اظہار اس لئے ہوا کہ میں اپنی ذات (سروپ) کو صفات (گنوں) سے الگ کر کے دیکھ لوں"۔ گویا نش جیون کا لکشیہ نج سروپ گیان ہے اس گیان پراپتی کے سادھن اور پرہیز بھی اس بانی کے اندر بتلائے گئے اور ان پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی۔

آشا ہے کہ وچار پورک اس پستک کے پاٹھ سے آپ سجنوں کو ضرور لابھ پراپت ہو گا۔ پربھو تیری اچھیا پورن ہو۔

داس

نرسنگ داس لوبو ۱/۱۲/82 نئی دہلی

مثنوی بوعلی شاہ قلندر (بھاوارتھ سہت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے)

مثنوی :- مرحبا اے بلبلِ باغِ کہن ۔ از گلِ رعنا بگو باما سخن

شبدارتھ :- آؤ اے پرانے باغ کی بلبل آپ کا سواگت ہے ۔ اس سندر پھول کے بارے میں ہمارے ساتھ بات کرو

بھاوارتھ :- شاہ صاحب اپنی روح کو پرانے باغ کی بلبل کہہ کر سمبودھن کر رہے ہیں ۔ روح یا جیو آتما انادی اور اس کا نج استھان بھی انادی ہے جیو پرماتما کا انش ہے ۔ پرماتما ہی اس کا ٹھکانہ ہے ۔ پرماتما میں ہی یہ رہتا ہے پرماتما کا سوروپ ہی پرانا باغ ہے ۔ جس کے اندر یہ جیو روپی بلبل رہتی ہے ۔ اس لئے مہاپرش اپنی روح کا سواگت کرنے کے لئے شبد مرحبا کا پریوگ کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ اے بلبل تو ہمیں اس سندر پھول کے بارے میں ارتھات پرماتما کے وشے میں کوئی بات سناؤ

مثنوی :- مرحبا اے قاصدِ طیارِ ما ۔ مے دہی ہر دم خبر از یارِ ما

شبدارتھ:۔ شاباش اے ہمارے تیز رفتار دُوت - ہم کو تُو دمبدم ہمارے یار کی خبر دیتا ہے۔

بھاوارتھ:۔ پہلے جس کو بُلبُل کہا تھا۔ اسی کو اب تیز رفتار دُوت کہہ کر شاباش دیتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ تُو ہمارے یار (پریتم) کی خبر سوانس سوانس میں دے رہا ہے۔ یہ رُوح ذاتِ خُدا کے اندر تھی۔ وہاں سے شریر میں آئی ہے اور شریر کے اندر اس کی کارروائی ہی خُدا کو خبر دینا ہے جس کی شکتی سے پران چلتے ہیں۔ آنکھ دیکھتی ہے ہاتھ پکڑتے ہیں - وہ سّتا ہی ذات خُدا ہے۔ سُورج ہر روز پُورب میں اُدے ہو کر جب پرکاش دیتا ہے۔ وہ پرماتما کی پرکاش سروپ شکتی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور اس کی خبر دیتا ہے

مثنوی ؎ مرحبا اے ہُدہُد فرخندہ فال۔ مرحبا اے طوطئ شکر مقال

شبدارتھ اے خوش نصیب ہُدہُد (پرندہ) تُو مبارک ہے۔ اے شیریں گفتار طوطی شاباش کیا کہنے ہیں تیرے

مثنوی ؎ در زمان ہفت آسماں را طے کنی۔ مرکب حرص و ہوا را پے کنی

شبدارتھ ایک سمے میں تُو سانوں آسماں کو طے کرتی ہے اور واسنا اور لوبھ کے گھوڑے سے پاؤں تلے روندتی جاتی ہے

بھاوارتھ اے کہ تُو ایک خوش قسمت پکشی ہے اور میٹھا بولنے والی طوطی

ہے جو سارے برہمانڈ کے اندر ویاپ رہی ہے ایک دم میں ساتوں آسمانوں کو لانگھ جاتی ہے۔ ارتھات دیش و کال کے پرچھید سے رہت ہے۔ تیرے اندر کوئی وِکار راہ نہیں پاتا۔ تُو شدھ اور پاک ہے واسنا اور لوبھ کو تو پاؤں میں رگڑ دیتی ہے ارتھات واسنا اور لوبھ تیرے نزدیک پھٹک نہیں سکتے

مثنوی ۵ دم بدم روشن کنی در دل چراغ۔ ہر نفس از عشق سازی سینہ داغ
از تو روشن گشت فانوسِ تنم۔ از تو حاصل شد مرا وصلِ صنم

شبدارتھ سوانس سوانس کے ساتھ تو دل میں دیپک پرجولت کرتی ہے اور ہر دم تو عشق سے سینہ کو داغدار بناتی ہے۔ تجھ سے میرے تن کا فانوس روشن ہو گیا۔ اور تیرے کارن مجھ کو میرے پریتم کا ملاپ ہوا۔

بھاوارتھ اے رُوح۔ شریر میں پران کی دھارا سے تو ہمیں جیون دان دیتی ہے اور شریر رُوپی گھر میں پرکاش ہو جاتا ہے ساری شکتیاں کام کرنے لگتی ہیں۔ اور چیتنیا کا پرورتن ہونے لگتا ہے لیکن معشوق کی جُدائی کا غم سینے کو داغدار بناتا ہے۔ کیونکہ پریم اگنی سے سینہ دن رات جلتا ہے اس شریر کی جیون شکتی تو ہی ہے۔ تیری وجہ سے میرا شریر پرکاش مئی ہے۔ تُو ہی میری زندگی ہے۔ تیرے بغیر یہ شریر جڑ مردہ اور کیول مٹی ہے تیرے چیتن پرکاش سے پرکاشت ہو کر یہ شریر بھی چیتن ہو جاتا ہے تیری سہائتا سے ریاضت بندگی کر کے مجھ کو میرے محبوب (پریتم) کا وصال نصیب ہُوا ہے

مثنوی ؎ مرحبا اے رہنمائے راہِ دین۔ از تو روشن شد مرا چشمِ یقین

شبدارتھ واہ واہ۔ اے دین کا راستہ دکھانے والی۔ تجھی سے میرے یقین کی آنکھ روشن ہوئی ہے

بھاوارتھ اے میری آتما۔ تو دھنیہ ہے تو ہی ست مارگ میں لے جانیوالی ہے۔ تیری ستّا کو دیکھ کر مجھے ایشور کی ستّا کا وشواس پراپت ہوا ہے۔ جس پرکار تو میرے شریر میں داخل ہو کر اس کو پرکاشمان بنا دیتی ہے۔ جڑ وستو کو چیتن میں تبدیل کرتی ہے۔ سروانگوں میں ہی نہیں شریروں کے روم روم میں تو بھرپور ہے۔ پھر بھی اس سارے پسارے سے اسنگ اور الیپت ہے۔ تیرا ایسا کھیل دیکھ کر مجھے یہ وشواس ہوا ہے کہ پرماتما بھی اس برہمانڈ میں ویاپا ہوا ہے۔ اسی کے نور سے سوریہ چاند ستارے اور ساری دنیا منوّر ہے اسی کی چیتنا سے ساری اشیاء چیتنا کا پرورش کرتی ہیں۔ سنسار کے کن کن میں پرہی پورن پرماتما نت اسنگ اور نرلیپ ہے اس پرکار تو نے میرے وشواس کی آنکھ کو پرکاش دیا ہے۔ مجھے اس طرح یقینِ پاک است وشواس) ملا ہے۔

مثنوی ؎ یافت قالب طینتِ پاکی زتو۔ شد پریشاں آدمِ خاکی زتو

شبدارتھ شریر کو تجھ سے پاک سیرت ملی۔ اور خاک کا پتلا انسان تیری وجہ سے پریشان ہوا ہے۔

بھاو ارتھ۔ شریر پانچ مہا بھوتوں کا بنایا ہوا ہے۔ ان مہا بھوتوں کے
وکاری سوبھاو یعنی آسُری سمپتی کے گنُ اس شریر میں ساتھ ہی پیدا ہوئے
تھے۔ مگر ذاتِ پاک کبیریا سے جب تیرا اس شریر میں آنا ہوا ہے۔ تب
سے پاک سیرت دیوی سمپتی کے گنُ اس میں پرگٹ ہوئے ہیں۔ اس طرح
تیرے سمپرک سے شریر میں پاک سرشت (نیک خو) آئی ہے تیری وجہ سے
اس نفس (من) کے اندر خواہشات نفسانی پیدا ہو گئی ہیں۔ جن کو پورا کرنے
کیلئے یہ انسان کا خاکی پتلا عمر بھر حیران و پریشان رہتا ہے۔ واسنا اور اچھیا
بھی چیتن کا سوبھاو ہے۔ سمویدن سنپدن۔ کھپرنا۔ کلپنا سنکلپ یہ سب تو
چیتن کی چیتنا کے انیک روپ ہی ہیں۔ جہاں چیتن ہو گا۔ وہاں یہ واسنا
کلپنا اور کھپرنا آموجود ہوں گے۔ اس پرکار آدم خاکی روح سے ہی پریشان ہوا ہے

مثنوی؎ مرحبا اے فیض بخش کائنات۔ یافت ترکیب از وجودِ تو حیات

شبدارتھ۔ ساری کائنات کو فیض بخشنے والی روح۔ تیری کیا تعریف
کروں۔ تیری ذات سے اس ساری رچنا نے زندگی پائی ہے۔

بھاوارتھ۔ جس پرکار روح ایک شریر کو گیان پرکاش چیتنا اور پاک
سیرت عطا کرتی ہے۔ اسی پرکار ساری رچنا کے شریروں میں رونق اسی کے
فیض سے ہے۔ اسی ایک نکتہ کو دھیان میں رکھ کر شاہ صاحب۔ واہ
واہ کر رہے ہیں۔ "تمہارے گنا نواد کیسے گاؤں" یہ کہہ کر فرماتے ہیں۔ سارے
برہمانڈ میں جیون شکتی تجھی سے ہے۔ تو ہی سب کا ادھشٹان و آسرا ہے۔

تو ہی سب کو جیون دان دیتی ہے۔ جس طرح مٹی سارے برتنوں کا جیون ادھشٹان ہے۔ اسی طرح ساری رچنا کا ادھشٹان تو ہی ہے۔ تو ہی ہستی علم سرور ہے تو ہی سچدانند سروپ ہے جیون میں جیون شکتی تو ہی ہے

مثنوی ؎ غرق بودی در محیط ذات پاک۔ از تو روشن شد چرا ایں تیرہ خاک
اے کہ بودی در حریم لامکاں۔ چوں جدا گشتی۔ بگو رازِ نہاں
پاک بودی در حریم کبریا۔ از چہ پیدا شد ترا حرص و ہوا

شبدارتھ تو خدا کی پاک ذات کے سمندر میں غرق تھی۔ یہ تاریک خاک تجھ سے کس لئے روشن ہوئی۔ اے کہ تو لامکاں کی چار دیواری کے اندر تھی۔ پھر تو جدا کیوں ہو گئی۔ گپت راز کی بات بتاؤ۔ تو ذات کبریا کی چار دیواری میں پاک تھی۔ تیرے اندر واسنا اور لوبھ کیونکر آ گیا۔

بھاوارتھ چونکہ یہ روح ہی ہماری جیون داتا ہے اس لئے شاہ صاحب اس سے یہ جاننے کے لئے سوال کرتے ہیں۔ کہ ہمارے جیون کا دھییہ یا لکشیہ کیا ہے کہتے ہیں اے میری سندر آتما۔ تو پرماتما کے شدھ سروپ میں لین تھی تدروپ یا ایک روپ تھی۔ تو نے کس مقصد سے کس لکشیہ کو مکھ رکھ کر اس مٹی کے پتلے کو جیون دان دیا اور اپنے نور سے منور کیا۔ جب تو اصلاً لامحدود اسیم اور آزاد تھی۔ اور اپنی ذاتی موج میں جشن منا رہی تھی تو پھر اس ذاتِ پاک سے لامکان کی چار دیواری سے باہر آ کر اس سے الگ کیونکر ہو گئی اس میں کیا راز ہے ہمیں پرگٹ کر کے بتاؤ۔

اے رُوح۔ جب تو پرماتما کی ذات میں لین تھی۔ اس وقت تُو شدھ مایا مل سے رہت نرمل نراکار اور نروکار تھی۔ تیرے اندر دویت کا جھگڑا بھی نہیں تھا۔ پھر کون سے کارن تھے۔ جنہوں نے تیرے اندر خواہش واسنا اور لوبھ کو جنم دیا۔ کیونکہ ہم سُنتے آئے ہیں۔ کہ رُوح اپنی اِچھّا پُورتی کیلئے شریر میں پرویش کرتی ہے۔ ورنہ شریر کی چار دیواری میں قید ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس لئے اے رُوح یہ بتاؤ۔ تمہارے اندر اِچھیّا کا جنم کیونکر ہُوا۔

مثنوی ۔ خوش خرامیدی تو از کنج عدم۔ خوش نہادی برسرِ ہستی قدم

گاہ در دوزخ روی سازی مقام۔ گاہ در جنت روی اے خوش خرام

گاہ کنی جلوہ در اقلیم فنا۔ گہ روی در عالم ملک بقا

شبدارتھ تو نیستی کے پردہ سے خوشی سے چل کر آئی۔ اور بڑی خوشی کے ساتھ صفحۂ ہستی پر قدم رکھا۔ کبھی تو دوزخ میں جاتی ہے اُسے اپنا مقام بناتی ہے اے خوش رفتار کبھی تو بہشت میں جاتی ہے کبھی تو عالم فانی میں جلوہ کرتی ہے۔ اور کبھی عالم بقا میں چلی جاتی ہے۔

بھاوارتھ اس سے پہلے تو اویکت تھی۔ یعنی نیستی کے پردے کے پیچھے تھی۔ تیری ہستی تو تھی لیکن اپرکٹ۔ اس پردہ سے تو خوشی سے باہر آئی ہے۔ اور خوشی خوشی ہستی کے سر پر قدم رکھا۔ یعنی ویکت اور پرگٹ ہُوئی۔ ارتھات شریر میں تیرا پرویش ہُوا۔ شریر پرویش سے تو باہر آکر ہستی کی سطح پر ناٹک کھیلتی ہے۔ اور شریریات سے تو نیستی یا عدم کے

پردے کے پیچھے چلی جاتی ہے اے سُندر چال چلنے والی رُوح۔ کبھی تو دوزخ میں جا کر اپنا ٹھکانہ بناتی ہے۔ اور کبھی سورگ میں چلی جاتی ہے اس میں کیا بھید ہے۔ اسے کھول کر بیان کرو۔ جب جیو شریر دھارن کر کے اس ناشوان سنسار میں آتا ہے۔ اس کو شاہ صاحب نے رُوح کا عالم فانی میں جلوہ کرنا کہا ہے۔ اور شریر گرنے کے بعد جب جیو پرماتم سروپ میں لین ہوتا ہے اس کو عالم لبقا میں پرورش کہتے ہیں۔ اس طرح وہ کہتے ہیں۔ اے رُوح کبھی تو شریر دھارن کرتی ہے۔ اور اس ناشوان دُنیا میں آتی ہے اور کبھی شریر تیاگ کر نتیہ جیون کو پا کر امرلوک میں چلی جاتی ہے۔ یہ کس طرح ہوتا ہے یہ بھی بتانا۔

مثنوی ؎ جانِ من با من بگو اسرارِ خویش۔ چشم دل روشن کُن از اسرارِ خویش
آفریدہ حق ترا از جنسِ جان۔ از تو اُفتاد ست شور اندر جہاں

شبدارتھ اے میری جان اپنے بھید مجھ سے کہہ اور اپنے دیدار سے میرے دل کی آنکھ روشن کر۔ خدا نے تجھ کو جان کی جنس سے پیدا کیا اور تجھ سے جہان میں شور مچ گیا ہے۔

بھاوارتھ ہے میری پریہ سُندر آتما۔ میں نے جو باتیں دریافت کی ہیں۔ اپنی وہ ساری راز کی باتیں مجھے بتاؤ۔ اور مجھے درشن دے کر مجھے دویہ چکشو پردان کرو۔ یعنی انتر کے پاٹ کھول دو۔ جس سے میں دھنیہ ہو جاؤں پرماتما نے تم کو اپنی ذات سے پرگٹ کیا۔ اردو کے شبد "پیدا کرنا" کا مطلب

ظاہر کرنا ہے یہ نہیں کہ کسی چیز کو نیستی سے ہستی میں لانا۔ سرشٹی رچنا سے پہلے جب کیول پرماتما ہی موجود تھا۔ کوئی غیر نہیں تھا۔ تو جو بھی سہتول سوکشم سرشٹی اُتپن ہوئی وہ پرماتما نے اپنے اندر سے نکالی یا پیدا کی اس طرح سوکشم ہونے کے ناطے جس کو رُوح کہا گیا ہے چونکہ وہ جیون دان دینی ہے۔ اس لئے جیون شکتی یا جان ہے پرماتما کو دھرم گرنتھوں میں رُوح اقدس یا HOLY SPIRIT کہتے ہیں۔ ویشٹی رُوپ میں وہ رُوح ۔ آتما۔ جان ۔ SPIRIT, SOUL نام پاتی ہے اور سمشٹی رُوپ میں وہی خدا پرماتما رُوح القدس SUPREME SOUL وغیرہ ناموں سے یاد کی جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پرماتما نے جیو آتما کو اپنی ہی رُوح القدس کے بھنڈار سے پیدا یا ظاہر کیا۔ اور جب سے رُوح اپنے نج استھان یا ست سروپ سے باہر نکلی ہے یا بچھڑی ہے تب سے سارے برہمنڈ میں شور مچ گیا ہے۔ جس پرکار سوشپتی اوستھا میں کوئی غیر نہیں ہوتا۔ اور کوئی رونق یا شور نہیں ہوتا۔ لیکن جب ادویت سے دویت میں آتے ہیں۔ سوپن اور جاگرت اوستھا میں پسارا پسرنے لگتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی رونق کہو یا شور پرگٹ ہو آتا ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو کس قدر شانتی ہوتی ہے۔ اور دن کے وقت کتنا شور ہوتا ہے۔ بس اسی حالت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مثنوی ۔ باز گو با من سخن اے اہلِ راز۔ از حقیقت غلغل افگن در مجاز

خاک افشاں بر سرِ نفسِ لعین۔ چشم دل روشن کُن از نورِ یقین
ہمچو آئینہ نما عکسِ نگار۔ تا نماید جلوۂ رخسارِ یار
صاف کن آئینہ دل از غبار۔ آتشے زن در دلِ ایں بیقرار
راہ نما اے ہادیٔ راہِ ہدا۔ زانکہ ہستی در حقیقت راہ نما

شبد ارتھ:۔ اے راز کو جاننے والی مرگنیہ۔ ہم سے صاف صاف پھر کہو۔ اور حقیقت کو ظاہر کر کے عالمِ مجاز میں شور مچا دو۔ اس لعنتی نفس کے سر پر خاک ڈال اور یقین کے نُور سے دل کی آنکھ کو روشن کر۔ آئینہ کی طرح معشوق کا عکس دکھا۔ تاکہ یار کے رخسار کا جلوہ نظر آئے دل کے شیشے کو غبار سے صاف کر اور اس بیقرار دل میں آگ لگا دے اے سچائی کے راہ کی رہنما۔ راستہ دکھا۔ کیونکہ تو ہی دراصل سچا رہبر ہے

بھاوارتھ:۔ اے رُوح۔ تُو گُپت بھیدوں کو جاننے والی ہے۔ تو ساری باتیں ہمیں کھول کر بتا۔ وگیان (حقیقت) کے راز ظاہر کر کے اگیان کی دُنیا میں ہلچل مچا دے۔ ہمارے دُکھوں کا ہیتو ہمارا من ہے۔ اس من کو سب مہاپُرشوں نے دُشمن کہا ہے۔ اور اس کی نندا کی ہے۔ اسی لئے اس کو لعنتی کہا ہے۔ سر پر مٹی ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قابو کرو۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔ اس کے ساتھ ہی مالک کے ست وشواس و یقین پاک کیلئے دُعا کرتے ہیں۔ کہ ست وشواس کے پرکاش سے ہمارے دل کی آنکھوں کو روشن کرو۔ اے میری روح تو آئینہ بن جا۔ جس میں اپنے پریتم کا عکس دیکھ سکوں۔ تو اس پریتم کے

پاس سے آئی ہے۔ اس لئے تیرے ذریعہ ہم پریتم کو دیکھ پائیں گے تو شیشہ بن جا۔ اور ہم اس کے اندر اپنے پریتم پیارے کے سُندر چہرے کے درشن کریں گے۔ دُنیا کی محبّت سے ہمارا دل کا شیشہ میلا ہو گیا ہے۔ اے رُوح۔ تم اپنی پوترتا سے دِل کی میل کو دُور کر دو۔ تاکہ شیشہ صاف ہو جائے اور دِل جو پرماتما کی پراپتی کیلئے بیقرار اور پریشان ہے اس میں بِرہ اگنی پرجولت کر دے۔ اے ست مارگ کو دکھانیوالی مُرشدین کے تو راستہ دکھا تاکہ ہم اس ست مارگ پر چل کر اپنے پریتم کو مل سکیں کیونکہ ویدی و گیان کی نظر سے دیکھا جاوے تو تیرے سوا اور کوئی رہبر نہیں ہے۔ گورو اور شِشیہ کے شریروں میں روح یا آتما تو ایک ہی ہے اور وہ اسی پرماتما کا رُوپ ہی ہے۔

مثنوی ~ گر نہ گردی طالباں را دست گیر۔ طالباں ہرگز نہ گیرند دستِ پیر
از نو روشن کوکبِ ایمانِ من۔ پردہا بردار از رُخ جانِ من

شبدارتھ:۔ اگر تُو طالبوں کا ہاتھ نہ پکڑے۔ تو طالب پیر مُرشد کا ہاتھ ہرگز نہ پکڑیں۔ میرے ایمان کا ستارہ تیرے نُور سے پرکاشت ہے اے میری جان۔ مُنہ سے پردے ہٹا دے۔

بھاوارتھ:۔ جگیاسوؤں کو انتر سے تیری پریرنا ہوتی ہے۔ تو تیری ہی سَتّا سے وہ مُرشد تلاش کرتے ہیں اور اُن کے اندر سچی جگیاسا دیکھ کر جب گورو کرپا کرتے ہیں۔ تو جگیاسو ان پر شردھا کر کے ان کا

آشرہ گرہن کرتے ہیں ادھات ان کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ اسی لئے گورو کو دستگیر بھی کہتے ہیں۔ یہ سب تیرے کارن ہے۔ اے میری پیاری رُوح اب مجھے اپنا پُر جلال پُر نور چہرہ دیکھنے دے۔ سب پردے آگے سے ہٹا دے میری اپنی کمی اور کمزوریوں کے کارن ہی یہ پردے لگ گئے ہیں۔ اب مجھے خوب سمجھ آگئی ہے کہ تیری وجہ سے میرے ایمان کا ستارہ روشن ہے۔ میرے ست وشواس کا آدھار تُو ہے اور میری شردھا کے پران تُو ہے اب زیادہ دیر تک جُدائی کا درد سہن نہیں کر سکتا وصال کی منتظر میری آنکھیں اب پتھرا رہی ہیں۔ اس لیئے جلد مجھے اپنا ساکشاتکار کرنے دے۔

مثنوی ۔ در سخن شُد عندلیب باتوا۔ گفت بشنو تا بگویم رازہا
آفریدہ حق مرا از نورِ ذات۔ تا شناسم ذات او را از صفات

شبدارتھ خوش گفتار بلبل بولی۔ اس نے کہا سنو تاکہ میں بھیدوں کو بیان کروں۔ خُدا نے مجھے اپنی ذات کے نور سے پیدا کیا۔ تاکہ میں اس کی ذات کو صفات سے بھن کر کے پہچانوں۔

بھاوارتھ:۔ شاہ صاحب کہتے ہیں۔ اتنی باتیں سُن کر وہ بُلبل جو میٹھی بولی بولتی ہے اس طرح بولی۔ میری بات سُنو میں اب ان تمام گپت بھیدوں کو تمہارے سامنے ورنن کروں گی۔ جن کے بارے میں تم نے دریافت کیا ہے۔ سب سے پہلے رُوح نے اپنی پیدائیش اور اس

کے بکشنیہ کے بارے میں کہنا شروع کیا۔ اس نے کہا۔ پرشیور نے مجھے اپنے نج سروپ کے پرکاش سے پیدا یا پرگٹ کیا۔ یہاں پیدا ہونے کا مطلب پردے کے پیچھے سے باہر آنا ہے۔ سنسار میں کوئی چیز نئی پیدا نہیں ہوتی اور نہ نیستی سے ہستی میں آتی ہے۔ نہ ہی ہستی سے نیستی میں تبدیل ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ جو وستو سدت ہے۔ اس کا کبھی ناش نہیں ہوتا۔ اور جو است ہے وہ کبھی موجود یا ہست نہیں ہو سکتی۔ وہ کیول پر نیتی ماتر نظر کے دھوکہ سے دکھائی دیتی ہے اس طرح روح جو کہ پرماتما کے اندر تھی۔ تو گویا وہ پردے کے پیچھے تھی۔ اور پرماتما نے اُسے اپنے سروپ میں سے ظاہر کیا۔ اسی لئے جیو آتما یا روح کو پرماتما کا انش کہا جاتا ہے وہ اجر امر اوناشی ہے اب روح کو کیوں پرگٹ کیا۔ یہ بتلاتی ہے۔ اس مالک کُل کی ذات کو پہچاننا بہت مشکل کام ہے کیونکہ جو سب کا گیاتا جاننے والا ہے۔ اس کو کون جان سکتا ہے۔ گیاتا کبھی گیئے نہیں ہو سکتا۔ گیاتا ست اور چیتن ہوتا ہے اور گیئے وستو است و جڑ ہوتی ہے۔ اس طرح اپنے اندر سے روح کو ظاہر کرنے سے مطلب یہی نکلتا ہے کہ وہ خود ہی روح یا جیو آتما ہو کر پرگٹ ہوا ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو (ذات یا سروپ کو) صفات یا پرکرتی سے بھن کر کے دیکھ سکے گویا زندگی کا لکشیہ آتم گیان ہے۔

مثنوی ؎ بودہ ام در باغ وحدت بے نشاں۔ چوں بکثرت آمدم گشتم عیاں

ہیچ میدانی پس ایں پردہ کیست۔ نغمۂ چنگ و رباب و عود چیست
دید حسنِ خویش با چشمِ شہود۔ خود تجلّی کرد در ملکِ وجود

شبد ارتھ:۔ میں وحدت کے باغ میں بے نشان تھی۔ جب میں کثرت میں آئی۔ ظاہر ہو گئی کیا تو جانتا ہے۔ اس پردے کے پیچھے کیا ہے یہ چنگ رباب اور عود کا راگ کیا ہے اس نے مشاہدہ کی آنکھ سے اپنے حسن کو دیکھا اور عالم ہستی میں خود آکر جلوہ نما ہوا۔

بھاوارتھ:۔ روح کہتی ہے۔ کہ جب میں اپنے باپ کی ذات پاک کے اندر تھی۔ تو میں اس سے ایک روپ تھی۔ اسی لئے وحدت اور ایکتا کے باغ میں اپنا ہونا کہہ رہی ہے اس وقت میرا کوئی نشان یا آکار نہیں تھا۔ میں نراکار کے اندر نراکار روپ سے موجود تھی۔ وہاں کوئی دوسرا نہیں تھا۔ جو درشٹا ہوتا۔ اس لئے میں گپت تھی۔ لیکن جب سے نانا تو یا کثرت کے بازار میں آئی ہوں تو ظاہر ہو گئی ہوں۔ آپ نے کہا۔ کہ سب پردے ہٹا دو۔ بھائی! کیا آپ کو پتہ ہے۔ کہ اس پردے کے پیچھے کیا ہے اور یہ بانگ آسمانی یا آکاش وانی جو ستار سارنگی اور رباب کے راگ کی شکل میں سنائی دے رہی ہے۔ یہ راگ کیا وستو ہے۔ اس شبد کی دھونی کہاں سے آرہی ہے۔ اس پردے کے پیچھے جو مالک کل واحد لاشریک پرم چیتن پرش سھنت ہے یہ پرابانی اسی کے اندر سے نکل رہی ہے اس نے جب ساکشی ہو کر نج آتم کی درشٹی سے اپنے سروپ کو دیکھا

جو ست شو اور سُندر (ستیم، شوم، سُندرم) ہے۔ تو عالم خود مستی سے عالم ہستی میں جلوہ افروز ہو گیا ارتھات اس کی قدرت کاملہ سے سرشٹی کی رچنا ہوئی لیکن اس نے کمہار کی بھانتی مصالحہ کہیں باہر سے لے کر کچھ نہیں بنایا۔ بلکہ وہ خود ان سارے نام روپوں میں آموجود ہوا۔ یہی اس کا عالم وجود میں آکر جلوہ کرنا ہے۔

مثنوی :- امرِ ربّم روح کردہ نامِ ما۔ کرد پُر ساقی وحدت جامِ ما
عشق بازی میکنم با او مدام۔ یافت آدم از طفیلِ عشق کام
تافت بر ہر ذرّہ خورشیدِ کمال۔ گشت پیدا از جمالِ او جلال

شبدارتھ :- میرے رب کے حکم نے میرا نام روح کر دیا۔ وحدت کے ساقی نے میرا پیالہ بھر دیا۔ میں ہمیشہ اس کے ساتھ عشق بازی کرتی ہوں۔ آدم نے عشق کے طفیل سے مقصد حاصل کیا۔ کمال کا سورج ہر ذرّہ پر چمکا۔ اس کے جمال سے جلال ظاہر ہوا۔

بھاوارتھ :- میرے مالک اور پرم پتا نے میرا نام روح رکھا۔ روح عطر سپرٹ یا سار کو کہتے ہیں اس طرح میں اس پتا کی ہی سوکشم انش ہوں اور ایکتا کے نشے کا پیالہ پلانے والے پرماتما روپی ساقی نے میرا پیالہ بھر دیا تاکہ پرتیتی ماتر دویت یا بھید بھاو میں ایکتا کا نشہ اُتر نہ جائے ایکتا کے باوجود روح سے سب ایک ہیں۔ جس پرکار ہر شئے اپنے آدسروپ کی اور لوٹ جانا چاہتی ہے اور اسی میں جاکر لین ہوتی ہے :- ــــــــ

ع:۔ جاں سے اُپجیے نانکا۔ لین تا ہیں میں مان

اسی پرکار میں رُوح ہو کر اپنے بخ اسفقان کو ٹوٹ جانے کے لیئے نت للائیت رہتی ہوں۔ یہی میری اس رب کے ساتھ نت کی عشق بازی ہے۔ حضرت آدم نے بھی پریم دوارہ ہی اپنے جیون کا لکشیہ پراپت کیا تھا۔ قدرت کاملہ نے ذرّے ذرّے میں اپنی شکتیوں کا سنچار کیا۔ جس سے نہ یہ کہ ہر شئے خُدا کے نُور سے مُنوّر ہو گئی۔ بلکہ ہر شئے کے اندر پرماتما کے گُن بھی پردرشت ہونے لگے۔ گویا اس مالک کُل کی ذات سے اس کی صفات کا ظہور ہو گیا۔ پرماتما کا نرگُن سرُوپ ذاتِ بری از صفات یا جمال کہلاتا ہے۔ اور سرگُن سرُوپ ہی جلال ہے۔

مثنوی ؎ آں کہ او از قہر حق گشتہ پلید۔ ہمچو شیطان روئے بہبودی ندید

ہر کہ او شد آفریدہ از جمال۔ باز یابد راہ در بزم وصال

آنچہ در روز اول رفتہ قلم۔ نگردد بعد ازاں حرف رقم

شبدارتھ:۔ جو خُدا کے قہر و غضب سے ناپاک ہُوا۔ اس نے شیطان کی طرح بہتری کا مُنہ نہ دیکھا۔ جو کوئی جمال سے پیدا ہوا۔ وہ پھر وصال کی محفل میں راہ پاتا ہے پہلے روز جو کچھ قلم سے نکل گیا۔ بعد میں لکھا ہوا حرف مٹ نہیں سکتا۔

بھاوارتھ:۔ جس پر پرماتما ناراض ہو جاتا ہے۔ اس پر اس کا قہر نازل ہوتا ہے اور وہ شئے اشُدھ اور اپوتر ہو جاتی ہے جس طرح شیطان

خُدا کے حضوُر میں جا نہیں سکتا۔ اسی طرح ان اشُدھ وستوؤں کو بھنزی کا مُنہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ اس لیئے ضرُوری ہے کہ ہم کوئی ایسا کام نہ کریں۔ جس سے اللہ ناراض ہو جائے یا جو پرماتما کو ناپسند ہیں یا جو کام اس کے بندوں کو دُکھ دینے والے ہیں تاکہ ہم اس کے قہر سے بچے رہیں۔ جس طرح سمندر کا پانی بخارات بن کر ہوا سے اُڑایا جاتا ہے اور دوُر پہاڑوں پر بادلوں کے ذریعہ برسایا جاتا ہے۔ وہی پانی دریا ندی نالوں دوارہ دوڑ دوڑ کر آخر اپنے سروت نج استھان سمندر میں مل جاتا ہے۔ اسی طرح جو کوئی ذات الہیٰ سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ آخر کار پھر اسی ذات واحد میں وصال پا جاتے ہیں۔ پرکھو کی جو نیتی آدی کال میں ہوُئی یا سرشٹی رچنا کے سمے جو سنکلپ پرماتما نے کیا۔ بعد ازاں اس میں کوئی ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ وہ نیتی سدا جوں کی توں قائم رہتی ہے۔ سوُریہ گرمی اور چاند ٹھنڈک دیتا ہے زمین سوریہ کے گرد چکر لگاتی ہے دُنیا کی پیدائش کا جو عمل شروع ہوُا۔ وہ اب بھی ویسا ہی چل رہا ہے اور آگے چلتا جائیگا۔ لہذا پرماتما کی نیتی اٹل ہے۔

مثنوی ؎ زہد و تقوےٰ چیست اے مردِ فقیر۔ لاطمع بودن ز سلطان و امیر

بہرِ آب و نان نہ گردی دربدر۔ آبروئے خود نہ ریزی بہر زر

ترک سازی صحبتِ اہلِ دول۔ گوشہ گیری تا شفیقتی در خلل

شبد ارتھ:۔ اے فقیر مرد زہد و تقوےٰ کیا ہے۔ بادشاہ اور امیر سے لاطمع ہونا۔ روٹی اور پانی کیلئے در بدر نہ پھرے اور دھن کیلئے اپنی عزت نہ کھووے۔ دولتمندوں کی صحبت کو ترک کرے۔ گوشہ اختیار کرے۔ تاکہ خلل میں نہ پڑے۔

بھاوارتھ:۔ اب روح فقیر سے سوال کرتی ہے اے سائیں بابا بتاؤ۔ زہد اور تقوےٰ کیا ہوتا ہے۔ زہد کا مطلب پرہیزگاری اور تقوےٰ شوچ کو کہتے ہیں۔ لیکن روح کا کہنا ہے کہ آپ لوگوں نے پرہیزگاری اور شوچ کو کیا سمجھا ہے۔ پھر خود ہی جواب دیتی ہے۔ لوبھ کی ورتی نہ ہونا صبر سنتوش کی دھارنا جس سے امیروں اور راجاؤں سے بے نیاز ہو کر رہیں۔ بس یہی سچی پرہیزگاری ہے۔ فقیر کو مالک کی ذات پر پورا بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ جس نے دانت دیئے ہیں۔ کیا وہ انّ نہ دے گا۔ جو تمام کائینات کے پرانیوں کو رزق دیتا ہے۔ وہ کیا ہم کو بھوکا رکھیگا۔ جو جنگل کی بنسپتی کو خوراک دے رہا ہے۔ وہ ہم انسانوں کو کیا بھول جائیگا یہ وچار کرکے فقیر کو روٹی پانی کے لیئے در بدر بھرمنا نہیں چاہیئے اور دھن سے تو اُسے دُور رہنا چاہیئے جو فقیر ہو کر دھن بٹورنے لگتے ہیں وہ خواہ مخواہ اپنی مان ہانی کرتے ہیں۔ اس لئے فقیر سادھو کو دھن جمع نہیں کرنا چاہیئے۔

رُوح یہ بتلا رہی ہے کہ پرہیزگاری اور شوچ کیا ہوتے ہیں پہلے وہ کہہ چکی ہے کہ نرلوبھ ہو کر سنتوش کو دھارن کرنا۔ پیٹ پورتی کی خاطر دربدر

کی ٹھوکریں نہ کھانا اور نہ دھن مال کیلئے اپنی بے عزتی کروانا ۔ یہ باتیں
پرہیزگار اور پوِتر جیون والے پُرشوں میں ہونی ضروری ہیں۔ اب کہتی ہے
کہ ست مارگ گامی پُرشوں کو نہ صرف دھن دولت ارتھات لکشمی سے
دُور رہنا چاہیئے ۔ بلکہ دھنوان پُرشوں کے سنگ سے بھی بچنا چاہیئے لکشمی
کے سنگ سے تو انیک پاپ اور دوش منش کے جیون میں پرگٹ ہو جاتے
ہیں لیکن دھنوان پرشوں کا سنگ اس سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے
سادھک کو چاہیئے کہ وہ دھنوانوں کی صُحبت میں ہرگز نہ بیٹھے اس سے
بہتر ہے کہ وہ ایکانت میں رہے ۔ پربھو نام سمرن کا سنگ کرے تاکہ اس
کی سادھنا اور پرگتی میں کسی پرکار کا خلل نہ آنے پاوے ۔

مثنوی ؎ بر درِ سلطان مرو درویش ہیں ۔ گنجِ قاروں گر دہد سوئیش مبیں

گر لفاقہ جان برآید از قفس ۔ چوں مگس دستت مزن بر نانِ کس

تلخی بہ جلاب شیریں رانچش ۔ پیشِ دوناں بہر ناں خواری مکش

شبدارتھ :۔ بادشاہ کے دروازے پر مت جا ۔ اور اس کا مُنہ نہ دیکھ
اگر وہ قاروں کا خزانہ دے تو بھی اس کی طرف نہ دیکھ ۔ اگر فاقہ سے تمہاری
جان جسم کے پنجرہ سے نکل جائے ۔ تو بھی اپنا ہاتھ کسی کی روٹی پر مت
مار ۔ تلخی بہتر ہے ۔ میٹھا گلاب کا شربت مت چکھ ۔ کمینوں کے آگے روٹی
کے لئے ذلت و خواری مت اُٹھا ۔

بھاوارتھ :۔ صبر اور سنتوش کا سبق دیتے ہُوئے لکشمی نِندا کی جا

رہی ہے۔ دھن دولت کے موہ میں پُرش بڑے بڑے پاپ اور کرُودھ کرم کرتا ہے۔ روپیہ پیسے کے چکر میں پھنسا ہُوا منش کبھی ست مارگ میں سہیل نہیں ہو سکتا۔ حضرت یسوع مسیح نے اسی لئے یہ کہا تھا "سُوئی کے ناکے سے اونٹ کا گذر جانا آسان ہے۔ مگر امیر آدمی کا سورگ کے دروازے سے گذرنا بہت کٹھن ہے" اسی درشٹی کون سے رُوح کہتی ہے۔ کہ دھن والوں کے دروازے پر کبھی نہیں جانا چاہیئے۔ ان کا مُنہ بھی نہ دیکھو۔ یعنی دولتمندوں سے ہمکلام ہونا ان سے بات چیت کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ کوئی خراب سنسکار ہمارے چت میں پرویش کر جانے کا بھے ہے۔ اگر وہ قارون کا خزانہ بھی دیں تو بھی اس کی طرف نہ دیکھیں۔ فقیر کے اندر اس قدر صبر اور سنتوش ہونا چاہیئے کہ اگر بھوک کے مارے اس کی جان نکل رہی ہو۔ تو بھی کسی کی روٹی کی طرف نہ دیکھے منسا واچا کرمنا اُسے حق حلال کی روٹی کھانی چاہیئے۔ اور خدا کے حکم سے جو کچھ مل جاوے۔ اسی پر صبر اور شکر کرے۔ چونکہ پیٹ کی خاطر منش بہت سے غلط کام کرتا ہے اس لئے زور دے کر یہ کہا جاتا ہے کہ فقیر کو روٹی کیلئے دُنیا دار کمینوں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا چاہیے اور نہ اپنی بے عزتی کروانی چاہیئے۔ گلاب کا شربت بے عزتی کے ساتھ پینے سے گرمی اور تلخی اور پیاس برداشت کر لینا بہتر ہے سادھک کے اندر جس قدر برداشت کا مادہ زیادہ ہوگا اتنی ہی اس کی اچھیا شکتی یا قوت ارادی زیادہ بڑھ جائیگی۔ یجگیاسو کا تتکشو ہونا ضروری ہے اور مفید بھی ہے۔

مثنوی :- بر سرِ خوانِ قناعت دست بزن۔ تا نباشد دست بر فرماں شکن
باش در گنجِ قناعت سرنگوں۔ پا منہ از گوشۂ عزلت بروں
پشت پا زن تختِ کیکاوس را۔ سر بدہ کف مدہ ناموس را
گر بدست آید ترا گنجِ نقود۔ ور نہ داری ہمتِ عالی چہ سود

شبدارتھ :- صبر کے دستر خوان پر ہاتھ مار۔ تاکہ تجھ سے خدا کے حکم کی نافرمانی نہ ہو۔ صبر کے خزانہ میں سر جھکا کر بیٹھ اور گوشۂ تنہائی سے باہر پاؤں مت رکھ۔ کیکاؤس کے تخت کو بھی پاؤں سے ٹھوکر مار سر دے دے مگر ہاتھ سے آبرو نہ دے۔ اگر نقدی کا خزانہ تیرے ہاتھ آجاوے اور تو بلند حوصلہ نہ رکھتا ہو۔ تو کیا فائدہ ہوگا۔

بھاوارتھ :- سنتوش پرم دھن ہے۔ یتھا لابھ سنتشٹ رہو۔ صبر کو اپنے جیون میں پکا کر لو۔ تاکہ کبھی لوبھ کے زیر اثر کوئی غلط کام تم سے نہ ہو اور تم پرماتما کی نظروں میں گنہگار نہ ٹھہرائے جاؤ۔ سنتوش روپی دھن کو پاکر اپنے اکھُٹ بھنڈار میں نرمان ہوکر وچرو اور کوئی خیال نہ کرو۔ ایکانت میں رہ کر پربھو نام کا سمرن کرتے رہو اور باہر ہرگز قدم نہ رکھو۔ سادھک کو ایکانت سیون کرنا چاہیئے اور پربھو بھجن میں مگن رہنا چاہیئے۔ پربھو بھجن ہی سچا ایکانت ہے۔ اب ویت راگ ہونے کیلئے کہتے ہیں۔ اگر بادشاہی ملتی ہو۔ تو اس کو بھی لات مار دو۔ کیونکہ پرماتم پراپتی کے مقابلہ میں سنسار کی بادشاہی کی کیا قیمت ہے۔ ہم اپنے آتم

سروپ میں نشٹھ ہو کر جئیں۔ اس میں عزت ہے آبرو ہے اگر اپنا سر بھی قربان کرنا پڑے تو بھی دے دینا چاہیئے مگر آبرو کو ہاتھ سے نہ جانے دیں ست مارگ میں سادھک کو بلند حوصلہ اور عالی ہمت ہونا ضروری ہے اُسے درڑھ سنکلپ ہونا چاہیئے۔ اگر ہم کو بہت زیادہ دھن مل جاوے تو بھی ہم اس کا صحیح لابھ نہیں لے سکتے اگر ہم بلند حوصلہ اور نیک سیرت نہیں رکھتے تو روپیہ پیسے سے بُری عادتیں آکر گھیر لیتی ہیں اور اچار وچار اور بیوہار گندے ہو جاتے ہیں۔

مثنوی ؎ الحذر از حبِ دُنیا الحذر۔ بہر نان و زر مخور خونِ جگر
ممسکاں ہرگز نمے بینند بہی۔ زانکہ جیبِ ہمتش دارند تہی

شبد ارتھ:۔ پرہیز کر۔ دُنیا کی محبت سے پرہیز کر۔ روٹی اور دھن کیلئے جگر کا خون مت پی۔ بخیل لوگ ہرگز بہتری نہیں دیکھتے۔ کیونکہ وہ ہمت کی جیب خالی رکھتے ہیں۔

بھاوارتھ:۔ دُنیا کی ساری وستوئیں ناشوان ہیں۔ ان کی ممتا بہت دُکھدائی ہے۔ جن کو پرماتما پیارا ہے ان کو دُنیا سے پیار نہیں کرنا چاہیئے۔ سنسار اور اس کے پدارتھوں سے پُورن ویراگ دھارن کرو۔ جس نے پیدا کیا ہے اسی کا بھروسہ کرو۔ وہ ہماری رکشا کرے گا۔ اس لئے روپے اور روٹی کیلئے اپنا خون مت سکھاؤ۔ اور دُکھی نہ ہوؤ۔ کوتاہ اندیش لوگ وچار سے کام نہیں لیتے۔ اس لئے نقصان اُٹھاتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو

دھن سے بہت پیار کرتے ہیں اور اس کو جائز طور پر خرچ کرنا نہیں جانتے بلکہ اس کے موہ میں اس قدر گرست ہو جاتے ہیں کہ خرچ کرنا ہی نہیں چاہتے بلکہ الٹا اس کی رکشا کا بھار ڈھوتے ہیں۔ ایسے کنجوس لوگ بالکل اپنی بہتری کا خیال نہیں کرتے۔ روپیہ کیول زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مدد کرتا ہے ورنہ وہ مٹی اور پتھر ہی ہے۔ ہر شے کا جائز استعمال فائدہ مند ہے نہ کہ کیول اس کا جمع کرنا۔ لوبھی لالچی پُرش کا دل سنکچت ہو کر چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی ہمت کی جیب خالی ہے۔

مثنوی ؎ آبرو ریزند بہر سیم و زر۔ ممسکاں را مثل گاو خر شمر

مرد کم ہمت حقیر ست در نظر۔ خوار باشد گر بود با صد ہنر

خلق گردد رام او باد دلبری۔ سرفراز بر سپہر چنبری

ہر کہ عالی ہمت است و باسخا۔ عفو گرداند گناہانش خدا

زہد و تقوے اےچیست مرد فقیر۔ لاطمع بودن ز سلطان و امیر

شبدارتھ:۔ بخیل لوگ سونے چاندی کیلئے اپنی عزت کھو دیتے ہیں ممسکوں کو بیل اور گدھے کی مانند شمار کر۔ کم ہمت آدمی دوسروں کی نظر میں حقیر ہے۔ اگر اس میں سو ہنر ہوں تو بھی وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ لوگ خوشامد کے کارن اس کے مطیع ہو جاتے ہیں اور وہ آسمان پر اپنا سر اونچا کرتا ہے۔ جو کوئی عالی ہمت اور سخی ہوتا ہے۔ خدا اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اے مرد فقیر۔ زہد و تقوےٰ کیا ہے۔ سلطان اور

امیر سے لاطمع (نرلوبھ) ہوتا۔

بھاوارتھ:۔ ممسک اور بخیل لوگ دھن کے موہ میں پھنسے ہوتے ہیں اور سارے سنسار میں ان کو دھن دولت کے برابر کوئی اور اچھا نہیں لگتا۔ وہ حرص کے بندے جتنا زیادہ دھن جمع کرتے ہیں۔ اتنا ہی لوبھ اور بڑھ جاتا ہے۔ اس سونے چاندی کیلئے وہ اپنی عزت کا بھی خیال نہیں کرتے۔ جو نہیں کرنا چاہیئے وہ کام بھی کر گزرتے ہیں۔ اس لئے روح کہتی ہے کہ ایسے لوگوں کو بیل اور گدھے کی مانند پشو جانیں۔ ان کے اندر دھیریہ اور حوصلہ نہیں ہوتا۔ اس لئے انہیں کوئی اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ان میں کتنے ہی اُتر اور گُن ہوں۔ تو بھی دھن کے لالچ کی وجہ سے وہ دُنیا میں ذلیل ہوتے ہیں۔ لوگ اپنے سوارتھ سے مجبور ہو کر ان کی خوشامد اور دلجوئی کرتے ہیں۔ ان کے کام کرتے جس سے گھمنڈ میں آکر وہ اپنے کو بڑا آدمی ماننے لگ جاتے ہیں۔ اس طرح ان کا اہنکار بڑھ جاتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں جو پُرش بُلند حوصلہ و دھیرج وان ہوتے ہیں جن کا ہردیہ وشال ہے پراُپکار جن کا سوبھاو ہے ایسے لوگوں کے پاپ پرماتما معاف کر دیتا ہے۔ ان کے ہردے شُدھ ہوتے ہیں۔ اور وہ نرمان اور نرلوبھ ہوتے ہیں۔ اس طرح اے مرد فقیر زہد و تقوےٰ کیا ہوتا ہے۔ آپ نے سمجھا بادشاہ اور امیر سے لاغرض ہونا۔ دھن دولت کی ممتا سے رہت ہونا ہی زہد و تقوےٰ ہے

مثنوی ~ زہد و تقوےٰ نیست ایں کہ بہرِ خلق ۔ صوفئے باشی و پوشی کہنہ دلق

شانہ و مسواک و تسبیح ریا ۔ جبہ و دستار و قلب بے صفا

پیش و پس مرید ناخلف ۔ چوں خرابلہ پیئے نان و علف

شبدارتھ :۔ زہد و تقوےٰ یہ نہیں ہے کہ لوگوں کیلئے تو صوفی بنے۔ اور پُرانی گدڑی پہنے۔ کنگھا۔ مسواک (داتن) اور دکھلاوے کی تسبیح اپنے پاس رکھے اور جبہ۔ پگڑی اور ناپاک دل رکھے۔ نالائق مُرید آگے پیچھے پھرتے ہوں جس طرح مورکھ گدھے پانی چارے کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں۔

بھاوارتھ :۔ پہلے پرہیزگاری اور پوترتا کا سروپ ٹھیک ٹھیک بتلایا کہ نرمان نرلوبھ ہونا۔ پراوپکاری بھاونا والا ہونا۔ دھیرج وان ہونا۔ دھن سے دُور رہنا۔ دھنوانوں کے نزدیک نہ جانا اور پرماتما کا بھروسہ اختیار کرنا۔ بس یہی پرہیزگاری اور پوترتا ہے۔ اب جو لوگ باہر سے سوانگ بنا کر اپنے کو متقی پرہیزگار ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی نندا کر رہے ہیں۔ کہا ہے کہ لوگوں کے دکھلانے کیلئے صوفی کا سوانگ بنانا پرانی گدڑی پہننا۔ اپنے پاس کنگھا داتن اور ہاتھ میں لوگوں کو دکھانے کیلئے مالا تسبیح رکھنا۔ لمبا چوغہ۔ پگڑی اور ملین انتہ کرن دھارن کرنا۔ آگے پیچھے نالائق بھوکوں مارے چیلے پھرتے ہوں۔ جس طرح گدھے چارہ پانی کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں۔ اس طرح کے لکشنوں سے نہ کوئی پرہیزگار ہوتا نہ متقی۔

مثنوی :۔ چوں بہ بینی چند کس بیہودہ گرد ۔ خویش را گوئی منم مردانہ مرد

دام اندازی برائے مرد و زن۔ خویش را گوئی منم شیخ زمن

وعظ گوئی خود نیازی در عمل۔ چشم پوشی ہمچو شیطانِ دغل

شبد ارتھ:۔ جب تو چند آوارہ گرد لوگوں کو دیکھتا ہے اپنے آپ کو کہتا ہے میں بہادر مرد ہوں۔ مردوں اور عورتوں کیلئے تو جال پھیلاتا ہے اور اپنے کو کہتا ہے میں زمانے کا شیخ ہوں۔ وعظ کرتا ہے مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا۔ اور مکار شیطان کی طرح چشم پوشی کرتا ہے۔

بھاوارتھ:۔ او زاہد و متقی کا سوانگ بھرنے والے۔ ذرا اپنے اندر جھانک مار اور دیکھ۔ تیری اصل کیا ہے۔ چند آوارہ گرد تیرے سامنے چکر کاٹتے ہیں۔ تب تو اپنے کو جوانمرد بہادر سمجھتا ہے۔ ادھر مردوں اور عورتوں کو اپنا چیلا بنانے کیلئے جال پھیلاتا ہے اور ساتھ ہی اپنے آپ کو زمانے کا شیخ ارتھات جگت گورو کہتا ہے۔ بڑے اپدیش دوسروں کو دیتا ہے لیکن خود تو ان پر عمل نہیں کرتا۔ تیری کہنی اور ہے اور رہنی اور ہے اس پاکھنڈ کے کارن دھوکے باز شیطان کی طرح کسی کے سامنے نہیں ہوتا۔ آنکھ بچاتا ہے۔ تاکہ تیرا بھانڈہ پھوٹ نہ جاوے اب تو ہی سوچ کہ تو فقیر ہے پرہیز گار ہے متقی ہے یا کیا ہے۔ بھائی اس کو زہد و تقوےٰ نہیں کہتے۔

مثنوی ؎ مکر و تلبیس و ریا کارت بود۔ ہر نفس شیطان ترا یارت بود

چوں شوی استادہ از بہرِ نماز۔ دل بود در گاؤ خر اے حیلہ ساز
آں نماز تو شد آخر تباہ۔ فکرِ باطلہا کُند رویت سیاہ
چوں در ایمانت فتد آخر قصور۔ ہاں چرا خوانی نماز اے بے شعور

شبدارتھ :۔ مکر جھوٹ فریب اور پاکھنڈ تیرا کام ہے ہر دم شیطان تیرا یار ہے جب تُو نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اے بہانہ ساز۔ تیرا دل گائے اور گدھے میں ہوتا ہے۔ آخر تیری وہ نماز تباہ ہوتی ہے۔ تیرا جھوٹا دکھاوے کا فکر (بھجن) تیرا مُنہ کالا کرتا ہے آخر کار تیرے ایمان میں فتور پڑتا ہے۔ اے بے شعور۔ تُو ایسی نماز کیوں پڑھتا ہے۔

سپھاوارتھ :۔ جو لوگ کیول پیٹ پالن کیلئے فقیری بھیکھ دھارن کرتے ہیں۔ ان کی یہ تصویر پیش کی جا رہی ہے۔ ایسے بھیکھی سادھو کی ساری جیون کریا مکر فریب جھوٹ اور پاکھنڈ سے ملی ہوئی ہوتی ہے ان کا ہر کام غلط ہوتا ہے اور شیطان کی طرح لوگوں کو گمراہ کرنا اور اپنی سوارتھ پورتی کرنا ہی ان کا دھندہ ہوتا ہے یہی ان کی شیطان دوستی ہے۔ پھر جب پوجا پرارتھنا کرتے ہیں یا نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کا دل بجائے پرماتما کے چرنوں میں جھکنے کے وہ دُنیا کے بیوپار گائے گھوڑے خریدنے میں لگا رہتا ہے۔ اس قسم کی جھوٹی پوجا اور نماز ویرتھ جاتی ہے آنکھیں بند کر کے دوسروں کو دکھانے کیلئے جب وہ بھجن میں بیٹھتا ہے اس سے وہ کیول اپنا ہی منہ کالا کرتا ہے۔ کیونکہ اُس کو انتر میں کچھ حاصل نہیں ہوتا

ایک نہ ایک دن اس کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔ اس طرح جو جیون میں پاکھنڈ کو دھارن کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ان کے ایمان میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انت میں وہ بہت نیچے گر جاتے ہیں۔ اس واسطے ایسی نماز اور پوجا بندگی کا کیا لابھ۔ اگر بندگی کرنی ہے۔ تو دل سے سچی بندگی اور ریاضت کرنی چاہیئے۔

مثنوی ؎ بر مصلے چوں نشینی قبلہ رُو۔ چشم پوشی۔ دل بُود جائے گرو

غادماں گوئند ایں شیخ زماں۔ چشم پوشیدست از خلق جہاں

شیخ را لاہوت باشد منزلش۔ شد فنا ذات لقا شد حاصلش

شبدارتھ:۔ جب تو جائے نماز پر کعبہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتا ہے۔ تو آنکھ بند کرتا ہے۔ مگر دل دوسری جگہ گروی ہوتا ہے۔ غادم کہتے ہیں کہ زمانے کا شیخ ہے دُنیا اور لوگوں سے آنکھیں بند کیئے ہوتے ہے۔ شیخ کی منزل لاہوت ہے۔ اس نے آپ کو فنا کر کے ذات لقا کو حاصل کیا ہے۔

بھاوارتھ:۔ بھیکھی فقیروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ فقیر جب سجادے پر نماز کے واسطے کعبہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے ہیں۔ اور اپنی آنکھیں بند کرتے ہیں تو ان کا دل ساتھ نہیں ہوتا۔ وہ تو کسی دوسری پدر یہ وستو میں گرست ہوا گروی پڑا ہوتا ہے باہر سے دیکھنے والے کو خواہ نماز خوانی دکھائی دیتی ہو مگر وہ اندر سے خدا کے حضور میں نہ جا کر دُنیا اور نفس کی بندگی

کرتا ہے۔ اس کے سیوک لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کو جگت گورو یا بڑا شیخ بتلاتے ہیں۔ جس نے اپنا آپ گم کر کے ذات بقا یا خدا کو حاصل کر لیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ اس مہا پرش نے دنیا اور دنیا داروں سے منہ پھیر لیا ہے۔ کسی سے کوئی مطلب نہیں رکھتا اور اسی طرح اس کی تعریف میں اس کی سنگتی کے بارے میں بھولے بھالے لوگوں کو خوب ورغلاتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں۔ یہ مہاتما پرماتما کو پہنچے ہوئے ہیں ان کی سنگتی ثریا یا لاہوت ہے۔ بہت اونچے فقیر ہیں۔ یہ سب کیوں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے فقیری کو پیٹ پالن کا دھندہ بنا لیا ہے۔ پرماتما کے پیار کی خاطر وہ فقیر نہیں ہوئے ہیں۔

مثنوی ~ از ستائش خویشتن را گم مکن۔ عیبِ خود بیں۔ عیب مردم مکن

اے گرفتار آمدی در بندِ نفس۔ نفس کافر را بکُش بشکن قفس

تا کنی پرواز سوئے اصلِ خویش۔ جا کنی در آشیاں وصلِ خویش

ایں خوشامد گوئے چندیں ابلہاں۔ رہزناں نند رہزناں نند رہزناں

شبد ارتھ:۔ لوگوں کی تعریف سے اپنے آپ کو گمراہ مت کر۔ اپنے عیب دیکھ۔ لوگوں کی عیب جوئی نہ کر۔ اے۔ کہ تو نفس امارہ کی قید میں گرفتار ہے۔ اس کافر نفس کو قتل کر دے اور پنجرہ توڑ ڈال۔ تاکہ تو اپنے اصل کی طرف پرواز کرے۔ اور اپنے آشیاں میں جا کر اپنا وصل حاصل کرے۔ یہ چند مورکھ خوشامد کرنے والے رہزن ہیں رہزن ہیں رہزن ہیں۔

بھاوارتھ:۔ سوارتھی لوگ اپنی منو کامنا پوری کیلئے بڑی بڑی تعریفیں کرتے ہیں۔ تو اُن کی چکنی چپڑی باتوں کو سُن کر اپنے آپ کو گمراہ نہ کر۔ اپنے اندر ابھیمان پیدا نہ کر اور ست مارگ سے نہ گر۔ دوسروں کے اوگن ہرگز نہ دیکھ۔ بلکہ اپنے انتر ورشٹی پات کر اور اپنے وکاروں اور اوگنوں کو ڈھونڈ اور انہیں دور کرنے کیلئے پرشارتھ کر۔ اوہو۔ تم تو من کے بہکاوے میں آ گئے ہو۔ اور اپنی منو کامناؤں کے بندھن میں بندھ گئے ہو۔ تمہیں واجب ہے کہ اس کافر من کو مارو۔ اور خواہشات کا پنجرہ توڑ دو۔ ارتھات اپنی واسناؤں کا دمن کرو۔ من کو قابو میں کر لو۔ اگر من اور اندریاں تمہارے بس میں ہو جائیں اور وشئے واسناؤں کی پورتی ہو جائے تو تم اپنے سروپ کی طرف اُڑان کر سکتے ہو اور اپنے آشیانے (گھر) نج دھام میں جا کر اپنا وصال یا آتم سروپ کا ساکشاتکار تمہیں ہو جائیگا۔ یہ چند بیوقوف سوارتھی لوگ جو خوشامد کرنے والے تمہارے پاس جمع ہیں یہ سب چور ہیں یہ تمہارا آتم روپی دھن چرانے والے ہیں ان سے بچ کر رہو۔

مثنوی:

چند باشی از مکان خود جدا۔ چند گردی دربدر اے بے حیا

خود بدہ انصاف اے اہلِ دغل۔ دل پرست از مکر و مصحف در بغل

با تو ہمراز ست شیطان دم بدم۔ کے شود در راہِ حق ثابت قدم

حُبِ دُنیا رشتۂ زنارِ تست۔ سدِ راہ ریش و ذقن دستارِ تست

دل نہ شد ہرگز خلاص الحرص و آز۔ گہ نہ کردی از حضورِ دل نماز

گہ نہ کردی سجدہ از روئے نیاز۔ تا شود در ہائے رحمت بر تو باز

شبد ارتھ:۔ تو کب تک اپنے مکان سے جُدا رہیگا۔ اے بے شرم کب تک در بدر مارا مارا پھرے گا۔ او دغا باز تو خود ہی انصاف کر۔ تیرا دل مکرو فریب سے پُر ہے اور تیری بغل میں قرآن شریف ہے ہر دم شیطان تیرے ساتھ تیرا ہمراز (یار) ہے۔ تو خُدا کے راستے میں کس طرح ثابت قدم ہو سکتا ہے۔ دُنیا کی محبت تیرے گلے میں جنیو (یگیوپویت) ہے اور تیری لمبی داڑھی اور پگڑی راستے کی رُکاوٹ ہیں تیرا دل تو سچ مچ ہرگز پاک نہیں ہوا اور تو نے کبھی دل کی حاضری میں نماز ادا نہیں کی تو نے کبھی نیاز حاصل کرنے کیلئے سجدہ نہیں کیا۔ تاکہ تمہارے اوپر خدا کی رحمت کے دروازے کھُل جاتے

بھاوارتھ:۔ اے انسان۔ تو مسافر ہے یاتری ہے اپنے نج گھر سے باہر آیا ہُوا ہے یہ دُنیا کوئی سدا رہنے کا مقام نہیں ہے یہاں جو کوئی آیا۔ آخر یہاں سے چلا گیا۔ ہم سب یاتری ہیں۔ جہاں سے آئے ہیں۔ وہاں واپس جانا ضروری ہے اس واسطے بھیا۔ وچار کرو۔ کب تک تم اپنے گھر سے باہر رہ سکو گے۔ اپنے نج دھام کو چھوڑ کر دوسروں کے دروازے پر ٹھوکریں کھاتے ہیں کیا تم کو شرم نہیں آتی۔ یہ آوارہ گردی کب تک کرتے رہو گے تمہارا موجودہ چلن کیسا ہے۔ اس پر وچار کرو۔ کہاں تک یہ درُست ہے تمہاری بغل میں تو کلام الہیٰ (قرآن شریف) ہے۔ اور دل میں مکرو فریب بھرا ہُوا ہے ذرا انصاف سے کہو کہ اس طرح دوسروں کو دھوکہ دینے سے تم کو کیا حاصل ہوگا جب تیرا چلن اس طرح کا ہے دھوکہ اور فریب تیرا ایمان ہو گیا ہے۔ تو شیطان کا پکّا دوست معلوم ہوتا ہے اس لئے تو ست مارگ میں دڑھ ھتا

کے ساتھ کیسے مِل سکتا ہے۔ تو موہ مایا کے چکر میں بُری طرح پھنسا ہُوا ہے
جس طرح ہندوؤں کے گلے میں یگیوپویت ہوتا ہے اسی طرح دُنیا کی محبّت
کا پھندا تیرے گلے میں پڑا ہُوا ہے جو تیری پھانسی کا کارن ہوگا۔ پھر
داڑھی چغہ اور پگڑی یہ سانگ والا ہمیں بنا کر اپنے راستے میں تُو نے رُکاوٹ
کھڑی کر لی ہیں۔ خُدا کی یاد تجھے کبھی آ نہیں سکتی۔ کیونکہ تو ہر دم دُنیا کو
لُوٹنے اور اپنے لیئے عیش کے سامان جمع کرنے کی فکر میں غلطاں رہتا ہے
چونکہ تیرا دل لوبھ لالچ سے پاک نہیں ہے اسی کارن تم نے کبھی بھی ایسی
نماز ادا نہیں کی جس میں تمہارا دل بھی حاضر و شریک ہو۔ تمہارا دل نماز
بندگی میں شامل ہو ہی نہیں سکتا۔ تمہاری بندگی ہمیشہ دکھاوے کی رہی ہے
کبھی سچے دل سے خُدا کے حضور میں تم نے سر نہیں جُھکایا۔ جس سے
تمہیں خُدا کی رحمت حاصل ہو جاتی۔ رحمت کے دروازے تمہارے اُوپر
کُھل جاتے۔ اس رحیم و کریم کی بخشش کے کبھی تم اُمیدوار ہو کر کبھی تم اُس
کے سامنے دو زانو نہیں ہُوئے۔ اس میں پیارے تمہارا ہی تو قصُور ہے۔
خُدا تو سب کے دلوں میں بیٹھ کر دل کی سب کیفیت جانتا ہے ــ وہی
دانندہ بینندہ اور روشن کنندہ (گیاتا۔ درشٹا اور پرکاشک) ہے۔ اس سے
کچھ چُھپا ہُوا نہیں ہے۔ بھائی صاحب۔ اس فریب کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

مثنوی ؎ از تضرع سر نہ سُودی بر زمین۔ کوری و بینا نشد چشم یقین
مے کنی طاعت تو از بہر ریا۔ گاہ نہ کردی سجدہ از بہر خُدا

تابداند خلق مردِ اولیاست۔ متقی پرہیزگار و پارساست
صوفیم گوئی نداری سینہ صاف۔ از کراماتہائے خود شیخا ملاف
نفسِ کافر کیش داری در کمیں۔ بہرِ شہرت مے نشینی اے لعین
مے کشائی دست از بہرِ دعا۔ مزد خواہی از عباداتِ ریا

شبدارتھ:۔ عاجزی سے تو نے کبھی زمین پر سر نہیں گھسا۔ تو اندھا ہے۔ تیری یقین کی آنکھ دیکھنے والی نہیں ہوئی۔ تو دکھاوے کیلئے بندگی کرتا ہے۔ خدا کے واسطے تو نے کبھی سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے کہ لوگ جانیں کہ یہ ولی مرد ہے۔ متقی پرہیزگار اور پارسا ہے تو کہتا ہے میں صوفی ہوں لیکن تیرا دل صاف نہیں ہے اے شیخ تو اپنی کرامات کی لاف نہ مار۔ کافر طبع نفس تیری گھات میں ہے اے لعنتی تو اپنی شہرت کے لئے بیٹھتا ہے۔ تو دعا کیلئے ہاتھ پھیلاتا ہے مگر اپنی ریا و مکر کی عبادت کی مزدوری چاہتا ہے۔

بھاوارتھ:۔ او بھائی۔ تیری یقین کی آنکھ بند ہے تو اندھا ہے اور وشواس ہین ہے اس لئے تو نے اب تک اپنی غلطیوں کو محسوس نہیں کیا۔ تجھے نہ افسوس ہوتا ہے نہ پشچاتاپ کے آنسو تو نے کبھی بہائے ہیں اور نہ ہی دکھی ہو کر خدا کے آگے زمین پر اپنے سر کو گھسا ہے۔ یعنی سجدہ بھی تو نے کبھی نہیں کیا۔ نہ اپنے گناہوں کی معافی مانگی ہے کیونکہ تو کیول دکھاوے کی بندگی کرتا ہے۔ خدا کیلئے تو نے کبھی سر نہیں جھکایا

تُو کیول اس واسطے سجدہ نشیں ہوتا ہے تاکہ لوگ کہیں کہ یہ ولی مرد ہے سدھ پُرش متقی پرہیزگار اور پارسا ہے تو بھی کہتا ہے میں صُوفی ہوں۔ مگر تیرا ہردیہ شدھ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں موہ ممتا اور وشئے واسناؤں کی میل بھری ہے۔ تو لوگوں کو کرامات دکھا کر بڑا بننے کا یتن کرتا ہے اے شیخ تو ان کرامات کی ڈینگ نہ مار۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سب مایا کا چکر ہے یاد رکھ تیرا نفس (من) جو شیطان کا دوست ہے اور تیرا دشمن ہے تیری گھات میں ہے۔ پہلا موقعہ پاکر تیرا ناش کردے گا۔ تو کہیں کا نہ رہیگا تو سدا کے لئے نرک کی آگ میں جلتا رہے گا۔ تجھ پر خُدا کی لعنت ہے۔ کیونکہ تو کیول اس لئے بھجن دھیان میں بیٹھتا ہے تاکہ تیری شہرت ہو۔ لوگ چرچا کریں اور تجھے مان پرتشٹھا دیں۔ اور اپنا تن من دھن تیرے ارپن کریں۔ اور تو ان کے دھن سے موج منائے۔ تو جب بھی دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اپنی دکھاوے کی بندگی کی مزدوری چاہتا ہے کیونکہ اندر سے تیری چاہ یہی ہوتی ہے کہ لوگ تیری بندگی سے گرویدہ ہو کر تیرے مُرید بنیں اور اپنا سب کچھ تجھے بھینٹ کریں۔ بھائی ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ کہ کیا تم خُدا کی بندگی کرتے ہو یا اپنے نفس کی غلامی کر رہے ہو۔ یہ بندگی اور پُوجا نہیں ہے۔ مایا کے لوبھی اور مان مدھ کے بھُوکے بھگت نہیں ہو سکتے۔ وہ فقیری کے راستے پر ہرگز نہیں چل سکتے۔ وہ کبھی بہشت کے دروازے سے گذر نہ سکیں گے۔ دوزخ کی آگ اُنہی کے لئے جل رہی ہے۔

مثنوی سے مے کنی از مکر عالم را مطیع۔ مے وہی تسکین منم فردا شفیع

شیخ میگوئی و تسبیحے بدست۔ صد بتے داری نہاں اے بت پرست

یک دلے داری دراں صد آرزوست۔ چاک دل از دست تو صد جا رفوست

اے رخت از بغض و کبر آراستہ۔ از نفاق و از حسد پیراستہ

اے بجہل آراستہ زشت و پلید۔ خویش را گوئی منم چوں بایزید

شیدا رتھ :۔ تو مکر سے دنیا کے لوگوں کو مطیع کرتا ہے۔ ان کو یہ تسلی دیتا ہے۔ کہ کل میں تمہاری شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اپنے آپ کو شیخ کہتا ہے۔ اور ہاتھ میں تسبیح رکھتا ہے۔ اے بت پرست تو سو بتوں کو چھپائے ہوئے ہے ایک دل رکھتا ہے اور اس میں سو آرزوئیں ہیں۔ دل کا چاک سو جگہ سے تیرے ہاتھ سے رفو کیا ہوا ہے۔ تیرا منہ غرور اور بغض سے سجا ہوا ہے۔ نااتفاقی اور حسد سے لپٹا ہوا ہے اپنے کو اے جاہل تو نے برائی اور ناپاکی سے سجایا ہے اور اپنے کو کہتا ہے میں بایزید بسطامی کی طرح کامل فقیر اور صوفی ہوں۔

بھاوارتھ :۔ بھائی تمہارے اوپر یہ کہاوت لاگو ہوتی ہے "نشکل ہومناں کرتوت کافراں" تو مکر اور فریب کر کے دوسرے لوگوں کو اپنا ششیہ بناتا ہے۔ اور ان کو تسلی دیتا ہے۔ کہ قیامت کے روز خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھ کر میں تمہاری سفارش کروں گا۔ اور تمہارے گناہ معاف کروا لوں گا۔ اس طرح تو نے اپنے کو زمانے کا شیخ مشہور کر رکھا ہے۔

اور ہر وقت ہاتھ میں مالا رکھتا ہے لیکن واستو میں تو بُت پرست ہے
کیونکہ مٹی کے شریر کی پوجا کرتا ہے۔ تیری نظر اللہ پرماتما تک نہیں جاتی
تو اپنے اندر سوتیوں کو ارتھات انیک پرکار کی واسناؤں کو چھپائے
ہوئے ہے۔ تیرے پاس دل تو ایک ہے۔ پرنتو اس میں ہزاروں خواہشیں
بسی ہوئی ہیں۔ انہی خواہشوں کے کارن دل سو جگہ سے ٹوٹا ہوا ہے۔ اور
تیرے ہاتھ سے رفو کیا ہوا ہے۔ ہمارا چہرہ من کا آئینہ ہے جیسی من کی
انتر دشا ہوگی۔ جیسے وچار ہوں گے۔ انہی کا نمونہ چہرہ سے ظاہر ہوتا
ہے۔ چونکہ تمہارے دل کے اندر ایرشا دویش ابھمان گھمنڈ غصہ بدلے کی
بھاونا وغیرہ دُرگن موجود ہیں۔ تمہارے چہرے سے ان کے نقش و نگار
دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ تم سروپ گیان سے رہت ہو اور اگیان اندھکار میں
ٹھوکریں کھا رہے ہو۔ اسی لئے تم نے آپ کو گناہ بُرائی اور ناپاکی سے بھرا
ہوا ہے۔ لیکن دوسروں سے یہ کہتا پھرتا ہے۔ کہ میں دوسرا بایزید بسطامی
ہوں۔ جیسا وہ سدھ پرش تھا سنت ست پرش تھا۔ مکمل انسان تھا ویسا
ہی میں بھی پُورن پرش ہوں۔ کامل فقیر ہوں اور صوفی ارتھات برہم گیانی ہوں

مثنوی ؎ از تکبر مے کنی ہر سو نظر ؛ خویش را گوئی کہ ہستم باخبر

بُت پرستی میکنی ہم بتگری ؛ شد دلت اشکُ بتانِ آزری

بت شکن برہم بزن بتخانہ را ؛ چوں خلیل اللہ بنا کن خانہ را

چند مغروری تو بر اصل و نسب ؛ از تکبر دُور باش اے بے ادب

شبدارتھ :- تو گھمنڈ سے ہر طرف دیکھتا ہے اور اپنے کو کہتا ہے
میں باخبر ہوں۔ تو بُت پوجتا ہے اور بُت بناتا ہے تیرا دل آذر کے بتوں
کو رشک دلانے والا ہے تو بُت توڑ دے اور بُت خانہ کو بھی گرا دے
خلیل اللہ حضرت ابراہیم کی طرح خانہ کعبہ کی بنیاد رکھ۔ تو کب تک اپنے
حسب و نسب پر گھمنڈ کرے گا۔ اے بے ادب تکبر سے دور رہو۔

بھاوارتھ :- اے فقیر۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ فقیر ہو کر تو ایمان
سے خالی ہو جاتا اور تیرا مان اور مد اب تک ختم ہو گیا ہوتا۔ پرنتو
تیری بناوٹی فقیری کے کارن تیرا دیہہ ابھیمان اور زیادہ بڑھ گیا ہے
تو بڑی اکڑ سے سب طرف دیکھتا ہے۔ جب بولتا ہے۔ تو یہی کہتا
ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے سب خبر ہے۔ تو بت پرستی کرتا
ہے۔ یعنی شریروں کی پوجا کرتا ہے۔ مٹی کے شریر کو ہی تو نے سچا
مان لیا ہے۔ اس طرح اس کے بنانے والے کی بجائے تو اس جسم کو
پوجتا ہے۔ اسی کے بناؤ سنگار میں لگا رہتا ہے۔ یہی تیری بُت پرستی
ہے اور دوسروں کے شریروں کو اپنی سوارتھ پورتی کیلئے خوشامد کر
کے ان کو بھی پوجا کا مادھیم بناتا ہے۔ اس طرح تو بُت بناتا بھی ہے
اسی کارن تیرے دل کو دیکھ کر بت بنانے والے آذر کے بتوں کو رشک
(ایرشا) آتا ہے۔ تو بت کو توڑ دے ارتھات دیہہ ادھیاس سے اوپر اٹھ
اور دیہہ کے سنسار کو بھی تیاگ دے۔ نہ دیہہ ست ہے نہ سنسار ست ہے
کیول پرماتما کا نام ست ہے۔ اس لئے دیہہ اور سنسار سے اتیت ہو کر

اور ہر وقت ہاتھ میں مالا رکھتا ہے لیکن واستو میں تو بُت پرست ہے کیونکہ مٹی کے شریر کی پوجا کرتا ہے۔ تیری نظر اللہ پرماتما تک نہیں جاتی تو اپنے اندر سوتوں کو ارتھات انیک پرکار کی واسناؤں کو چھپائے ہوئے ہے۔ تیرے پاس دل تو ایک ہے۔ پرنتو اس میں ہزاروں خواہشیں بسی ہوئی ہیں۔ انہی خواہشوں کے کارن دل سوجگہ سے ٹوٹا ہوا ہے۔ اور تیرے ہاتھ سے رفو کیا ہوا ہے۔ ہمارا چہرہ من کا آئینہ ہے جیسی من کی انتر دشا ہوگی۔ جیسے وچار ہوں گے۔ انہی کا نمونہ چہرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ تمہارے دل کے اندر ایرشا دویش ابھمان گھمنڈ غصہ بدلے کی بھاونا وغیرہ دُرگن موجود ہیں۔ تمہارے چہرے سے ان کے نقش و نگار دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ تم سروپ گیان سے رہت ہو اور اگیان اندھکار میں ٹھوکریں کھا رہے ہو۔ اسی لئے تم نے آپ کو گناہ بُرائی اور ناپاکی سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن دوسروں سے یہ کہتا پھرتا ہے۔ کہ میں دوسرا بایزید بسطامی ہوں۔ جیسا وہ سدھ پرش تھا سنت ست پرش تھا۔ مکمل انسان تھا ویسا ہی میں بھی پورن پرش ہوں۔ کامل فقیر ہوں اور صوفی ارتھات برہم گیانی ہوں

مثنوی — از تکبر مے کنی ہر سو نظر ؛ خویش را گوئی کہ ہستم باخبر

بُت پرستی میکنی ہم بتگری ؛ شد دلت اشکِ بتانِ آزری

بت شکن برہم بزن بتخانہ را ؛ چوں خلیل اللہ بنا کن خانہ را

چند مغروری تو بر اصل و نسب ؛ از تکبر دور باش اے بے ادب

شبدارتھ :- تو گھمنڈ سے ہر طرف دیکھتا ہے اور اپنے کو کہتا ہے
میں باخبر ہوں۔ تو بُت پوجتا ہے اور بُت بناتا ہے تیرا دل آذر کے بتوں
کو رشک دلانے والا ہے تو بُت توڑ دے اور بُت خانہ کو بھی گرا دے
خلیل اللہ حضرت ابراہیم کی طرح خانہ کعبہ کی بنیاد رکھ۔ تو کب تک اپنے
حسب و نسب پر گھمنڈ کرے گا۔ اے بے ادب تکبر سے دُور رہو۔

بھاوارتھ:- اے فقیر۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ فقیر ہو کر تُو ابھیمان
سے خالی ہو جاتا اور تیرا مان اور مد اب تک ختم ہو گیا ہوتا۔ پرنتو
تیری بناوٹی فقیری کے کارن تیرا دیہہ ابھیمان اور زیادہ بڑھ گیا ہے
تو بڑی اکڑ سے سب طرف دیکھتا ہے۔ جب بولتا ہے۔ تو یہی کہتا
ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے سب خبر ہے۔ تو بُت پرستی کرتا
ہے۔ یعنی شریروں کی پوجا کرتا ہے۔ مٹی کے شریر کو ہی تو نے سچا
مان لیا ہے۔ اس طرح اس کے بنانے والے کی بجائے تو اس جسم کو
پوجتا ہے۔ اسی کے بناؤ سنگار میں لگا رہتا ہے۔ یہی تیری بُت پرستی
ہے اور دوسروں کے شریروں کو اپنی سوارتھ پورتی کیلئے خوشامد کر
کے ان کو بھی پوجا کا مادھیم بناتا ہے۔ اس طرح تو بُت بناتا بھی ہے
اسی کارن تیرے دل کو دیکھ کر بت بنانے والے آذر کے بتوں کو رشک
(ایرشا) آتا ہے۔ تو بت کو توڑ دے ارتھات دیہہ ادھیاس سے اوپر اٹھ
اور دیہہ کے سنسار کو بھی تیاگ دے۔ نہ دیہہ ست ہے نہ سنسار ست ہے
کیول پرماتما کا نام ست ہے۔ اس لئے دیہہ اور سنسار سے اتیت ہو کر

حضرت ابراہیم کی طرح تو اپنے دل میں خانہ خدا کی بنیاد رکھ۔ اپنے دل کو اوگنوں کی میل سے صاف کر۔ اور اس میں سچے مالک خدا کو بٹھا جب شریر ہی سچا نہیں ہے تو اس سے سمبندھت حسب ونسب کل جاتی پر تو کیوں اکڑ دکھلاتا ہے یہ ابھیمان ٹھیک نہیں۔ تیرا یہ چلن خدا کے بزرگ و بزرگ کی بے ادبی ہے۔ اس لئے اے بے ادب۔ دیہہ ابھیمان کا تیاگ کر اور اپنے نج سروپ میں جاگ۔

مثنوی ۵۰ پیر گشتی صد ہوس داری بدل ؛ جاہلی چوں خر فرو مانی بہ گل

آرزو ہائے تو ہرگز کم نہ شد ؛ قامت حرص و ہوائت خم نشد

دل چو آلودست از حرص و ہوا ؛ کے شود مکشوف اسرار خدا

صد تمنا در دلت اے بوالفضول ؛ کے کند نور خدا در دل نزول

شبد ارتھ :- تو بوڑھا ہو گیا ہے لیکن سینکڑوں خواہشیں دل میں رکھتا ہے۔ تو نادان ہے گدھے کی طرح دل دل میں پھنسا ہوا ہے۔ تیری خواہشیں ہرگز کم نہیں ہوئیں اور تیری حرص (لوبھ) کا قد ٹیڑھا نہیں ہوا۔ جب تیرا دل لوبھ لالچ میں پھنسا ہوا ہے۔ خدا کے بھید تجھ پر کیسے ظاہر ہوں گے۔ اے بیہودہ بکواسی۔ سو آرزوئیں تیرے دل میں ہیں۔ خدا کا نور تیرے دل میں کیونکر اترے گا۔

بھاوارتھ :- تیرا شریر بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے لیکن تیری ترشنا جوان ہو رہی ہے۔ تیرا لوبھ بڑھ رہا ہے۔ سو پرکار کی اچھائیں تیرے دل میں موجود

ہیں۔ تو نادان ہے سمجھتا نہیں۔ کہ تو واسناؤں کی دلدل میں اس طرح پھنسا ہے۔ جس طرح مورکھ گدھا کیچڑ میں دھنس جاتا ہے اور نکل نہیں پاتا۔ جوں جوں عمر بڑھتی ہے۔ توں توں خواہشات بھی بڑھ رہی ہیں۔ یہ کم نہیں ہو رہی ہیں۔ بلکہ ان واسنا اور لوبھ کا قد پہلے سے اُونچا ہے کم نہیں ہوا۔ شریر کبڑا اور ٹیڑھا ہو گیا ہے مگر واسنا جوان ہے۔ جب تک تیرا انتہ کرن ملین رہے گا۔ اس میں واسنا کا کیچڑ بھرا رہے گا۔ اُس وقت تک خدا کے بھید تیرے دل میں ظاہر نہیں ہو سکتے۔ تیری بُدھی ان کو نہیں سمجھ سکیگی۔ اے فضولیات میں غرق انسان تیرے دل میں خواہش بھرپور ہے۔ اس لیئے خُدا کا نُور تیرے دل کو منوّر نہیں کرے گا۔ شدھ انتہ کرن اور صاف دل میں ایشور کا پرکاش پرکٹ ہوتا ہے۔

مثنوی :- دین و دُنیا ہر دو کے آید بدست۔ ایں فضولیہا مکن اے خود پرست

بر تو قسمت میرسد اے بے خبر۔ پس چرا قانع نہٖ (نہ ای) بر خشک و تر

حرص تو دلقِ قناعت پارہ کرد۔ نفس امارہ ترا آوارہ کرد

ہست دُنیا پیر زال و پُر فریب۔ میکند پیر و جوان را ناشکیب

عارفاں دادند او را صد طلاق۔ ہر کہ عاشق شد برد او گشت عاق

شبدارتھ :- دین و دُنیا دونوں کیسے ہاتھ آ سکتے ہیں اے خود پرست یہ زیادتیاں مت کر۔ تجھے تیری قسمت ملتی ہے۔ اس واسطے کیوں خشک و تر پر صبر نہیں کرتا۔ تیری حرص نے صبر کی گودڑی پھاڑ ڈالی ہے اور تیرے نفس امارہ نے

تجھے آوارہ کر دیا۔ یہ دُنیا بوڑھی عورت فریب سے بھری ہُوئی ہے بوڑھے اور جوان کو بے صبر بناتی ہے۔ خداشناس عارفوں نے اسے سو طلاق دیں جو بھی اس پر عاشق ہوا۔ وہ خدا کا نافرمان ہو گیا۔

سمجھاوارتھ:- پیارے۔ تم خودی کے جال میں پھنسے ہُوئے اپنی خودی (اہنکار) کی پُوجا کر رہے ہو۔ ان فضول باتوں کا تیاگ کرو۔ اور سوچو۔ کیا پرکاش اور اندھکار دونوں ایک ہی جگہ رہ سکتے ہیں۔ جہاں روشنی آتی ہے وہاں اندھیرا نہیں رہ سکتا۔ اس طرح دین و دُنیا دونوں کو تم کس طرح حاصل کرنا چاہتے ہو۔ دنیا اندھیرا ہے اور دین و ایمان روشنی ہے یہ دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے اسی لئے حضرت یسوع مسیح کو اپنے شِشوں سے کہنا پڑا تھا: YOU CANNOT SERVE GOD AND MAMMON BOTH ارتھات تم پرماتما اور اسکی مایا دونوں کی سیوا پوجا نہیں کر سکتے۔ بھارتیہ رشیوں نے بھی یہی کہا ہے ۔ کہ یوگ اور بھوگ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ جہاں یوگ ہے وہاں بھوگ نہیں۔ اور جہاں بھوگ ہے وہاں یوگ نہیں رہتا۔ ہر شخص کی پراربدھ اس کے ساتھ ہے۔ اور اسی کے انوسار اس کو ارتھ دھن اور کامنا پُورتی کا سُکھ ملتا ہے اس لئے اے بے خبر اگیانی منش۔ تجھ کو جو کچھ روکھا سوکھا مل رہا ہے۔ اس پہ کیوں صبر اور شکر نہیں کرتا۔ تیرا لوبھ اتنا بڑھ گیا ہے کہ اس نے تیرے صبر کی گودڑی پھاڑ دی ہے ارتھات لوبھ نے سنتوش کا ناش کر دیا ہے اور تیرے چنچل من نے تجھے گمراہ کر کے آوارہ کر دیا ہے۔ تو ست مارگ سے بھرشٹ ہو گیا ہے اس دُنیا کی مثال سنتوں اور فقیروں نے ایک بوڑھی عورت سے

دی ہے۔ جو بہت چالاک اور چھل کپٹ سے پوُرن ہے بوڑھے اور جوان سب کو بے صبر بناتی ہے۔ اس واسطے پرماتما کے پیاروں نے اس کو سَو بار طلاق دی اور اس سے سدا دُور رہے۔ جو بھی دُنیادار اس پر عاشق ہوتا ہے وہ در بدر کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ واسناؤں کا غلام ہو کر پریشانی حسرت اور اشانتی کے ساگر میں غوطے کھاتا ہے اور پرم پتا پرماتما کا آگیا پالن کرنے والا نہیں رہ سکتا۔ اس واسطے وہ سدا دُکھوں کا بھاگی ہوتا ہے

مثنوی؎ ایں سخن در گوش داری اے جواں۔ مولوی گفتہ ز روئے امتحاں
ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں۔ ایں خیالست و محالست و جنوں
بہر دین دل کند از دُنیا علی۔ آں علی شد والیئے ملکِ نبی
آں وحیٔ مصطفےٰ شیرِ خدا۔ آں علی زوج بتولِ پارسا
زال دُنیا را چناں زد پشت پا۔ تا نیاید در نکاحِ اولیا

شبدارتھ:۔ اے جوان یہ بات دھیان سے سُن۔ حضرت مولانا روم نے اپنے ذاتی تجربہ سے یہ بات کہی ہے تو خدا بھی چاہتا ہے اور کمینی دُنیا کو بھی چاہتا ہے یہ صرف خیال ہے جو کہ محال ہے اور جنون یا دیوانہ پن ہے۔ دین کی خاطر حضرت علی نے دُنیا سے دل اُکھاڑا۔ اور وہ علی حضرت نبی کے ملک کے حاکم ہوئے وہ علی جو حضرت مُصطفےٰ کی وحی اور خُدا کے شیر اور پرہیزگار بی بی فاطمہ کے خاوند تھے۔ انھوں نے دُنیا کی بڑھیا کو اس لئے پاؤں کی جوتی ماری تاکہ وہ ولیوں کے نکاح میں نہ آوے۔

بھاوارتھ:۔ اے جوانمرد۔ ذرا ہوش کے کانوں سے میری بات سُن۔
دھیان سے سُن کر وچار کر۔ مولانا روم ایک بہت بڑے ودوان ہوئے ہیں۔
ساتھ ہی وہ بڑے انوبھوی تجربہ کار فقیر بھی تھے۔ شمس تبریز کے وہ شِشیہ
تھے۔ وہ خُدا تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان کا یہ سخن ہے جو قابلِ غور ہے۔
انہوں نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے کہ اے سالک اگر تو خُدا کو چاہتا ہے
اور ساتھ ہی کمینی دُنیا کو بھی چاہتا ہے تو تیرا یہ خیال بالکل غلط ہے۔
یہ بہت مشکل ہے اور پاگل پن ہے۔ کیونکہ شئے ایک ہے جو ست ہے
اور حقیقت ہے وہی پائی جا سکتی ہے اور دوسری تو محض اس کا سایہ
ہے۔ اصل کو پکڑا جا سکتا ہے لیکن سایہ کو کون پکڑ سکتا ہے سایہ کیول دکھائی
دیتا ہے۔ اس کی ہستی نہیں ہے مطلب یہ کہ دین و دُنیا دونوں کو کوئی
حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت علی دین کے واسطے دُنیا سے کنارہ کش ہو گئے
وہی علی پھر حضرت محمد صاحب کے ملک کے حاکم بنے تھے۔ وہ مصطفیٰ
کے داماد اور خُدا کے شیر تھے اور پارسا بی بی فاطمہ کے خاوند تھے۔ ان کا دُنیا
سے اس قدر ویراگ تھا۔ کہ انہوں نے دُنیا کی بڑھیا کو اس طرح جوتی سے
مارا۔ تاکہ وہ آئیندہ ولی لوگوں کے نکاح میں نہ آ سکے۔

مثنوی: بہرِ دُنیا آں یزید ناخلف ۔ دینِ خود کردہ برائے او تلف
زالِ دُنیا چوں درآمد در نکاح ۔ کرد بر خود خونِ آں سیدّ مباح
داد یاری ہم چو کسی را پیر زال ۔ کرد او را در دو عالم پائیمال

چوں خوری پس خوردۂ خوانِ یزید۔ تلخ گردد کام از نانِ یزید
گر براُفتد پردہ از روئے مجاز۔ نفرتے گیری ز زالِ حیلہ ساز
زشت روئے او چوں آید در نظر۔ از خدا خواہی اماں اے بے خبر

شبدارتھ:۔ اس نالائق یزید نے دُنیا کی خاطر اپنے دین کو برباد کر دیا۔ دُنیا کی بڑھیا جب اس کے نکاح میں آئی۔ اس نے سیّد کے خون کو اپنے اوپر (اپنے لئے جائیز سمجھا) روا کیا۔ اس بوڑھی دُنیا نے جس شخص کی مدد کی دونوں جہان میں۔ اس کو رُسوا کیا۔ یزید کے دستر خوان کا بچا ہُوا کیوں کھاتا ہے۔ یزید کی روٹی سے اپنا تالو تلخ کرتا ہے اگر دُنیا کے چہرے سے پردہ ہٹ جائے۔ تو اس حیلہ ساز بڑھیا سے تجھے نفرت ہو جاوے۔ اس کا بدصورت چہرہ تجھے جب دکھائی دے گا۔ اے بے خبر۔ تو پرماتما سے امان اور سلامتی چاہے گا۔

بھاوارتھ:۔ حضرت علی نے دین کی خاطر دُنیا کو لات ماری تھی۔ جس سے خدا نے خوش ہو کر ان کو بنی کے ملک کا حاکم بنایا۔ ان کے مقابلے میں یزید نالائق نے دُنیا سے پیار کیا اور دین دھرم کو تیاگ دیا۔ وہ اس قدر گر گیا تھا۔ کہ جب دُنیا کی بڑھیا سے اس کا نکاح ہو گیا۔ تو اس نے حضرت امام حسین کا خون اپنے اوپر جائیز سمجھا۔ ان کو قتل کروا دیا۔ وہ دُنیا میں رُسوا اور پائمال ہُوا۔ دُنیا کا اتہاس گواہ ہے۔ جنہوں نے دُنیا سے پیار کیا اور دُنیا نے جن کی مدد

کی وہ کیا یہ لوک اور کیا پرلوک دونوں جہانوں میں ذلیل و خوار ہوئے۔ یزید جو دُنیا کا عاشق تھا اور غلط کام کرنے والا تھا۔ دین دھرم سے گرا ہُوا تھا۔ اگر اس کے دسترخوان سے تو جُوٹھا نان کھائیگا تو تیرا گلا کڑوا ہو جائیگا۔ یعنی تُو بھی دُکھی اور پریشان ہوگا۔ اگر دُنیا کے مُنہ سے پردہ ہٹ جاوے یعنی اگر تو سنسار کے صحیح سروپ کو ایک بار دیکھ لے تو تجھے اس مکار بڑھیا (دُنیا) سے نفرت ہو جائے۔ اس کا بدصورت چہرہ دیکھ کر تجھے ڈر لگیگا۔ تب تو فوراً خُدا کی طرف مُنہ کرے گا اور اپنی سلامتی کے لئے دُعا مانگے گا۔

مثنوی آتشے از دُور چوں گلشن بُود۔ در حقیقت سر بسر گلخن بود
نخوت آرد مر ترا اموال و منال۔ گر نداری از تہیدستی ملال
نیست رحمے در دل اہلِ دول۔ شیوۂ اہلِ دول باشد دغل
اہلِ دُنیا بہرِ سیم و مال و زر۔ گر بدست آید خورند خونِ جگر
آں شنیدی کہ برائے کبر و جاہ۔ بیگناہ کردند یوسف را بہ چاہ
از حسد بے رحمئے اخواں ببیں۔ حالِ زارِ یوسفِ کنعاں بہ بیں
پُر مسرت باشد ترا گر تاج زر۔ کس نیاید از تکبر در نظر
بلکہ رو تابی چوں نمرود از خُدا۔ گم کنی خود را نہ ترسی از جزا

شبد ارتھ:۔ آگ دُور سے باغ جیسی دکھائی دیتی ہے لیکن دراصل وہ بھٹی جیسی ہوتی ہے مال اور جائیداد تجھے مغرور بناتے ہیں اگر تیرے پاس کچھ

نہ ہو۔ تو افلاس سے مت رو۔ دولتمندوں کے دل میں رحم نہیں ہے دھنوانوں کا شیوہ مکر و فریب ہے۔ دُنیا والے سونے چاندی اور مال کیلئے جان دیتے ہیں۔ اگر ہاتھ لگ جاوے تو جگر کا خون پیتے ہیں۔ تو نے سُنا ہے کہ عزت اور مرتبہ کیلئے حضرت یوسف کو بیگناہ کوئیں میں گرا دیا تھا۔ حسد کے کارن بھائیوں کی بے رحمی دیکھ اور کنعان کے یوسف کا حال زار دیکھ۔ اگر تیرے سر پہ کبھی سونے کا تاج ہوگا۔ تو تکبر سے کوئی بھی تیری نظر میں نہیں آئے گا۔ بلکہ نمرود کی طرح تو خُدا سے بھی مُنہ پھیر لے گا۔ اپنے آپ کو گم کریگا۔ اور روزِ جزا سے کبھی نہ ڈریگا۔

بھاوارتھ:۔ فقیر دھن کی نندا کرتے ہوئے کہتے ہیں جس طرح آگ دُور سے ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے باغ میں پھول کھلے ہوئے ہوں۔ جب پاس جا کر دیکھتے ہیں تو وہ بھٹی کی طرح تپتی اور جلاتی ہے یہی حال دھن دولت کا ہے۔ یہ بھی دُور سے اچھا لگتا ہے لیکن جب کبھی کسی کو دھن پراپت ہو جاتا ہے وہ ابھیمان اور اہنکار سے بھر جاتا ہے اس کے مغرور اور گھمنڈ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ اس واسطے اگر تمہارے پاس نہیں ہے تو مت رو اور شکایت نہ کرو۔ کیونکہ دھنوانوں کے دل میں رحم نہیں ہوتا۔ یہ عام طور پر تجربہ میں آیا ہے یہ دھن چونکہ جھوٹ مکر و فریب سے جمع ہوتا ہے۔ اس لئے دھنوان عادتاً ہی جھوٹے مکار اور فریبی ہوتے ہیں۔ دُنیا کے لوگ اسی سونے چاندی کیلئے جی جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اور اگر یہ ان کو مل جاتا ہے تو پھر لوبھ کے وشی بھوت ہو کر وہ اور زیادہ

کنجوس ہو جاتے ہیں۔ اُسے خرچ نہیں کرنا چاہتے۔ اس طرح اپنا خونِ جگر پیتے ہیں۔ کیا آپ نے سنا نہیں کہ کس طرح بھائیوں نے بیگناہ حضرت یوسف کو کیول روپیہ پیسے اور مرتبہ اور عزت کیلئے کوئیں میں گرا دیا تھا ان بھائیوں کی بے رحمی اور ایرشا کا وچار کرو۔ اور کوئیں میں گرے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی حالت زار کا خیال کرو۔ یہ سب تو دھن کی خاطر ہوا تھا۔ کیا حیران نہ ہو۔ اگر تمہارے سر پر کبھی سونے کا تاج رکھ دیں۔ تو ابھی تمہاری گردن اکڑ جائیگی تمہارے غرور اور گھمنڈ کا ٹھکانہ نہ رہیگا۔ اور کوئی شخص تیری نظر میں نہیں آئیگا۔ تو کسی کو اپنے جیسا نہیں سمجھیگا بلکہ جس طرح نمرود بہت سے خزانے جمع کر کے خدا سے منکر ہو گیا تھا۔ اسی طرح تو بھی خدا سے منکر ہو جائیگا۔ اپنا آپ بھی اسی دھن کے پیچھے ناش کر لے گا۔ اور قیامت کے دن سے بھی نہیں ڈرے گا۔ اس طرح اپنا لوک اور پرلوک دونوں خراب کرے گا۔ اس طرح یہ دھن ست مارگ کے چلنے والوں کیلئے ایک بہت بڑی بادھا ہے اس سے بچ کر رہنا چاہئیے سنتوش ہی پرم دھن ہے۔ لوبھی سدا دُکھی رہتا ہے۔ یہ نتیجہ کر کے اپنے کو سنتوشی بناؤ

مثنوی — حرص افزوں میشود از مال و زر۔ قطع گردد حُبِ فرزند و پدر

پادشاہاں را ببیں کز بہرِ مال۔ خونِ اخوان و پدر دانند حلال

ہیچ جادیدی گدائے بے نوا۔ رو بگرداند چوں فرعون از خدا

دولت آرد کبر را بے دین کند۔ نفس کافر کفر را تلقین کند

دوستانِ حق کہ بیزارند ازو۔ چیست حکمت ہا ہیچ میدانی درو
حُبِ دُنیا چوں کند بر دل نگاہ۔ دل چو خارا گردد سخت و سیاہ
کور گردد روشن چشمِ یقین۔ بستہ گردند بعد ازاں درہائے دین
بہر طاعت لُقمۂ باید حلال۔ تا نیفزاید ترا رنج و ملال

شبد ارتھ:۔ مال و زر سے حرص بڑھتی ہے اور باپ بیٹے کی محبت کٹ جاتی ہے بادشاہوں کو دیکھ کہ مال دولت کیلئے باپ اور بھائیوں کا خون حلال جانتے ہیں۔ کسی جگہ بے سرو سامان فقیر کو دیکھا۔ کہ فرعون نے جس طرح خدا سے مُنہ پھیر لیا تھا۔ اسی طرح وہ فقیر سے مُنہ موڑ لیتے ہیں دولت غرور پیدا کرتی ہے اور بے دین بناتی ہے اور کافر نفس کو کفر کا سبق پڑھاتی ہے۔ خدا کے دوست تو اس سے بیزار ہیں۔ کیا تو جانتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ دُنیا کی محبت جب دل پر نظر کرتی ہے۔ دل پتھر کی طرح سخت اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ یقین کی روشن آنکھ اندھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد دین کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ عبادت کیلئے حلال کا ایک لُقمہ درکار ہے۔ تاکہ تیرے رنج و ملال نہ بڑھاوے۔

بھاوارتھ:۔ دھن میں اور کیا کیا دوش ہیں۔ اسی وشے پر فقیر کہہ رہے ہیں۔ دھن سے لالچ بڑھتا ہے اور منش اپنے کرتویہ سے گر جاتا ہے اپنا فرض ادا نہیں کرتا۔ بلکہ باپ بیٹے کا جو رشتہ محبت

ہے وہ بھی لوٹ جاتا ہے۔ بیٹے باپ سے باغی ہو جاتے ہیں اپنے دلیش میں ہی بادشاہوں کے حالات تواریخ پڑھ کر دیکھو۔ کس طرح تاج و تخت کیلئے اور مال دولت کیلئے اُنہوں نے اپنے بھائیوں اور باپ کا خون کرنا بھی حلال سمجھا۔ اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہجہاں کو جیل میں قید کر دیا تھا۔ اور بھائیوں کو قتل کروا دیا تھا۔ کس واسطے کیول دولت کیلئے حالانکہ وہ بڑا نمازی مذہبی جنونی دکھایا گیا ہے کتنے ظلم اس نے انسانوں پر روا رکھے۔ ایسے دولت کے دیوانے جب کسی بے سروسامان فقیر کو دیکھتے ہیں۔ تو اس طرح مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ جس طرح فرعون نے خُدا سے مُنہ پھیرا تھا۔ جب کسی کو دھن ملتا ہے۔ تو وہ ساتھ ہی اہنکا کو لے آتا ہے دولت مند میں مار اور غرُور بھی بہت جلدی آ جاتا ہے اور ایسا مغرُور انسان دولت کو پا کر بے دین ہو جاتا ہے۔ اس کا دین ایمان کیول دھن ہی ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ کُفر کا سبق پڑھ کر پُورا کافر ہو جاتا ہے۔ خُدا کے عاشق دوست اس دھن سے بہت پریشان اور بیزار ہوتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے کیا تو کچھ جانتا ہے۔ خُدا ہی بہتر جانتا ہے۔ بھیا جب دل میں دُنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے تو دل پتھر کی طرح سخت اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ دھن اور دولت کا موہ سارے شُبھ گنوں کو نشٹ کر دیتا ہے اور آسُری سمپتی کے سارے اوگن پرگٹ ہو آتے ہیں جس سے منش مانو نہ رہ کر دانو ہو جاتا ہے۔ اس روپے کی خاطر منش منش کو مارتے کاٹنے پر تُلا رہتا ہے۔ اس کے یقین کی روشن آنکھ اندھی ہو جاتی ہے اس

کے دین ایمان میں بہت فرق پڑ جاتا ہے۔ وہ اب پاپ اور گناہ سے نہیں ڈرتا اور اپنے پاپ کرموں میں اُسے کوئی دوش تنفر نہیں آتا۔ اس پرکار دین کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں اسی لئے حضرت یسوع مسیح کو یہ کہنا پڑا۔ کہ سُوئی کے ناکے سے اونٹ نکل جائے یہ ہو سکتا ہے۔ مگر دھنوان کا سورگ کے دروازے میں گذرنا بہت مشکل ہے۔

جن کو خُدا کی بندگی کرنی ہے۔ جو فقیر ہیں اور ریاضت عبادت جن کا کام ہے ان کو تو حلال کی روٹی کا ایک گراس ہی کافی ہے نیک کمائی کی روٹی کھا کر ہی بھجن ہو سکتا ہے۔ آہار کی شُدھی کا دھیان رکھنا ہر سالک کو واجب ہے تاکہ اس کو زیادہ رنج اور دُکھ برداشت نہ کرنا پڑے سادھوں کو واجب ہے کہ وہ نیک کمائی سے لایا ہُوا اَن سے ہی شُدھ آہار کریں شُدھ دیوہار کریں اور ست وچار والے بنیں۔ تاکہ ان کی یقین کی آنکھ روشن ہو اور وہ جلدی اپنے مالک کے دربار میں جا کر وصل کا آنند پراپت کریں

مثنوی ؎ لقمۂ شبہ چوں اُفتد در شکم۔ قوت او میکند سر رشتہ کم
چوں بخاہی لقمہ اے ناداں زآز۔ نفس گرداند دہانِ حرص باز
بر تو یا بد دست گر ایں حیلہ ساز۔ دست بہر ظلم گرداند دراز
چشمِ شہوت چوں کشاید آں لعین۔ کور گردد دیدۂ اہلِ یقین
چوں تکبر مر ترا رُسوا کُند۔ شہوتِ حرص و ہوا پیدا کُند
پس بباید کارِ تو علم و عمل۔ از دغل اُفتد در ایمانت خلل

نفس تا بود ہمراہِ تو ۔ آتش دوزخ بود جانکاہِ تو
گر تو مردی نفس کافر رابکش ۔ ور نداری دسترس بنشیں خمش

شبدارتھ :۔ مشکوک نوالہ جب پیٹ میں پڑتا ہے ۔ اس کی طاقت ہماری طبیعت کو کمزور کر دیتی ہے ۔ اے نادان جب تو لالچ سے لقمہ چاہتا ہے ۔ تیرا نفس لالچ کا منہ کھول دیتا ہے ۔ اگر یہ حیلہ ساز تیرے اوپر قابو پاتا ہے ۔ تو ظلم کیلئے ہاتھ دراز کرتا ہے ۔ جب وہ لعنتی نفس شہوت کی آنکھ کھولتا ہے تو یقین والوں کی آنکھ اندھی ہو جاتی ہے جب غرور تجھے رسوا کرے گا ۔ تو حرص وہوا کی شہوت پیدا کرے گا ۔ پس علم وعمل ہی تیرے کام آئیگا ۔ اور دغا اور فریب سے ایمان میں خلل پڑے گا ۔ جب تک یہ نفس تمہارا ہمراہ ہے ۔ دوزخ کی آگ تیری جان کو کاٹنے والی ہوگی ۔ اگر تو مرد ہے ۔ تو کافر نفس کو مار ڈال ۔ اور اگر یہ ہمت نہیں رکھتا ۔ تو خاموش بیٹھ ۔

بھاوارتھ :۔ آہار کی شدھی پر بل دیتے ہوئے کہتے ہیں ۔ اگر تم نے اپنے آہار کی پوترتا پر دھیان نہ رکھا اور اشدھ اَن تمہارے پیٹ میں چلا گیا تو اس کا پھل یہ ہوگا کہ تمہاری نیک سرشت یا تمہارا انتہ کرن اس کے بل سے اشدھ ہو جائیگا ۔ تیرے اندر کمزوری آجائیگی ۔ اگر تو سواد کی خاطر لالچ کر کے کھائیگا تو اے نادان یاد رکھ تیرا انترمن تیرے لوبھ کو بھڑکائیگا واسناموہ کی ادھکتا سے تو زیادہ پریشان رہے گا ۔ کیونکہ جتنا زیادہ تو بھوگ بھوگیگا ۔ اتنا ہی زیادہ تو ترشنا کا غلام ہو جائیگا اور ایک دفعہ جب یہ

واسنا کا بھوت تیرے اوپر قابو پالیگا۔ تب یہ ظلم کر کے بہت سے غلط کام کروائے گا۔ تو کرتو یہ سے گر جائیگا۔ پاپ کرموں میں تیری پرورتی ہوگی اور یہ نندا کرنے یوگیہ من جب شہوت کی آنکھ کھولتا ہے تو وشواس اور شردھا والے لوگوں کی دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ ادھیات یہ واسنا ہم کو پرماتما کے ست وشواس سے ونچت کر دیتی ہے۔ لوبھ سے کام پیدا ہوتا ہے اور کام سے وویک مند ہوتا ہے۔ وویک ہینتا سے موہ کی اُتپتی ہوتی ہے جس سے ست وشواس گُم ہوتا ہے۔ دوبھ چکشو بند ہو جاتے ہیں۔ منش پاپ کرموں میں پرورت ہو کر آواگون کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ "تا ابد نرک یا دوزخ کی آگ میں جلتا ہے۔ پس بچّیا۔ تیرا گیان اور تیری کمائی ہی تیرے کام آئیگی۔ تو سدا ست گیان کو پانے کا یتن کر اور پربھو کے نام کی کمائی کر۔ ورنہ فریب اور مکر سے تو تیرے ایمان میں خلل پڑے گا۔ تو دھرم سے گر جائیگا۔ جب تیرا من تیرے ساتھ ہے یا جب تک تو من کے مشورہ پر چلتا ہے۔ من تیرا گورو ہے اور تو من مُکھ ہے تب تک تیری جان نرک کی آگ میں ضرور تپتی رہے گی۔ تو نرک کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ اس واسطے اگر تو مرد ہے تو ہمت کر اس من کو مار دے یہ کافر ادھرمی من ہی تیرے دُکھوں کا مول ہے۔ اسی سے تیرے اندر اوویک اوچار کام کرودھ لوبھ موہ اہنکار رُوپی وکار پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کا قابو میں کرنا بہت ضروری ہے۔ دُنیا کے سارے سنتوں فقیروں اور گوروؤں نے یہی حکم دیا ہے کہ اپنے من کو مارو۔ یہی شیطان ہے۔ من کو قابو کئے بغیر تمہیں شانتی اور

سُکھ نہیں مل سکتا۔ اس لیئے ہمت کر کے من کو مارو۔ اگر اپنے میں تم یہ ہمت نہیں رکھتے یا یہ کام نہیں کرنا چاہتے۔ تو پھر چُپ ہو کر بیٹھو۔ ست مارگ سے ہٹ جاؤ۔ یہ کام تو کرنا ہی ہوگا۔ آج کرو۔ دس سال بعد کرو۔ کئی جنموں کے بعد کرو۔ جب من کو مارو گے تبھی اپنے پتا پرماتما کے سچے گھر میں جا سکو گے اور تمہارا یہ عارضی سفر تبھی ختم ہوگا۔ کیونکہ ست دھام دھرو پد کو پراپت کرنا ہی جیون کا لکشیہ ہے۔

مثنوی:- گر نداری ہمت مردانِ دین۔ چوں زناں رو در پسِ پردہ نشیں
گر ز دست تو نیاید کارِ مرد۔ ہم چوں ہیزاں در پسِ مرداں مگرد
اے مخنث نے تو مردی نے تو زن۔ مثل شیطاں راہ مرداں را مزن
مرد باید تا نہد بر نفس پا۔ بگذرد از شہوت و حرص و ہوا
دست ہمت را برافراز د بلند۔ نفس را چوں صید آرد در کمند۔
دست را کوتاہ آرد از ہوس۔ بشکند با چنگ ہمت ایں قفس
گر خوری یک لقمہ وجہ حلال۔ نور تابد بر دل از مہر کمال
گر شوی از لقمۂ شبہ نفیر۔ نفس را سازی بفضلِ حق اسیر

شیدارتھ:- اگر تو دیندار لوگوں جیسی ہمت نہیں رکھتا۔ تو جا عورتوں کی طرح پردے کے پیچھے بیٹھ۔ اگر تیرے ہاتھ سے مرد جیسا کام نہیں ہوتا۔ تو ہیجڑوں کی طرح مردوں کے پیچھے مت پھر۔ اے ہیجڑے نہ تو مرد ہے نہ عورت ہے شیطان کی طرح مردوں کا راہ مت روک۔ مرد کو چاہیئے کہ نفس پر پاؤں رکھے شہوت

حرص و ہوا کو ترک کرے۔ ہمت کا ہاتھ بلند کرے۔ نفس کو شکار کی طرح کمند میں پھنسا دے ہاتھ کو ہوس سے کوتاہ کرے۔ ہمت کے پنجہ سے اس نفس کے پنجرے کو توڑ دے اگر تو ایک لقمہ حلال کا کھائیگا۔ تو کمال کے سورج سے تمہارا دل پر نور ہو کر چمکیگا۔ اور اگر شبہ کے لقمہ سے تو نفرت کرنیوالا ہوگا۔ تو خدا کے فضل سے نفس امارہ کو قیدی بنا لے گا۔

بھاوارتھ:۔ شاہ صاحب نے من کو مارنے کا حکم دیا تھا۔ کہ یا تو اس من کو مارو یا ست مارگ سے ہٹ جاؤ۔ اب اُستاد دینے کیلئے طعنہ دیتے ہیں۔ اور پھر وہ راستہ دکھلا رہے ہیں۔ جس سے یہ من مر جاتا ہے اور پُرش اپنی منزل کو پا لیتا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں اگر تو ست مارگ پر چلنے والوں کی ہمت نہیں رکھتا۔ تو جا پرے ہٹ عورتوں کی طرح پردے پیچھے بیٹھ۔ اس زمانے میں عورتیں گھروں میں پردے میں رہتی تھیں۔ ان کا مطلب ہے: تو مرد نہیں ہے تجھے شرم آنی چاہیئے اگر تجھ سے مردوں والے کام نہیں ہو سکتے۔ تو ہیجڑوں کی طرح دُنیا داروں کے پیچھے مت دوڑ۔ اس لئے کہ تو ہیجڑا سا ہے نہ مرد ہے نہ عورت ہے۔ شیطان کی طرح تو مردوں کا راستہ نہ روک۔ مرد تو اُس کو کہتے ہیں۔ جو اپنے من (النفس) پر پاؤں رکھ سکے۔ اپنے من کو قابو میں کرے۔ لوبھ موہ اور کام پر وجے پراپت کرے اس کیلئے ضروری ہے وہ ہمت اور دھیریہ کو دھارن کرے۔ عالی ہمت ہو کر من کو اس طرح قید کرے جس طرح شکاری جال لگا کر شکار کو پھنسا لیتا ہے مرد کو چاہیئے کہ وہ لالچ سے ہاتھ کھینچ لے۔ ارتھات لالچی مرد نہیں ہوتا ہے۔ میں

لوبھ کی بجائے سنتوش اور صبر کو دھارن کرنا چاہیئے۔ سنتوشی پرش ہی وہ بہادر مرد ہے۔ جو پریم پرشارتھ کر کے من کے جال کو کاٹ دیتا ہے اور آزاد ہو جاتا ہے۔ سنتوشی ہونے کیلئے ضروری ہے کہ مرد صرف حلال و نیک کمائی کی روٹی کھائے۔ سچا اور سچا دیوہار کرے نیک کمائی کرے۔ کسی کا حق نہ مارے۔ بول تول میں پورا رہے اور نیک کمائی کی روٹی بغیر لالچ اور سواد کے کھائے۔ تب وہ سنتوشی ہو جائیگا۔ ایسے صابر اور سنتوشی کے دل میں پورنتا کے سوریہ کا پرکاش بھرپور ہو جاتا ہے اس کا دل چہرہ منور ہو کر چمکتے ہیں جب پوری طرح سے ایسا جواں مرد اپنی حق حلال کی کمائی پر صبر کرتا ہے اور مشکوک اور کھوٹی کمائی کے ان سے نفرت کرتا ہے۔ تو وہ پرماتما کی دیا کا پاتر ہو جاتا ہے۔ پرماتما اُسے ایسی آتمک شکتی پردان کرتا ہے۔ جس سے من اس کے قابو میں ہو جاتا ہے۔ یہی من کا مارنا ہے اسی کو جیتے جی مرنا کہتے ہیں۔ جس کے بغیر جیون کا لکشیہ پراپت ہونا اسمبھو ہے۔

مثنوی ؎ دل شود روشن ز نور آئینہ وار۔ پرتو انداز د در آئینہ نگار

چوں کشائی چشم اے اہلِ یقین۔ ہر طرف تاباں جمال یار بین

یار را مے بیں تو در ہر آئینہ۔ سوز و ساز اوست در ہر طنطنہ

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر۔ جملہ ذات حق بود اے بے خبر

اوست در ارض و سما و لامکاں۔ اوست در ہر ذرہ پیدا و نہاں

پاس دار انفاس اے اہلِ خرد۔ تا ترا ایں قافلہ بہ منزل برد

اوست پیدا و نہاں، آشکار، جلوہا کرد ست در ہر شئے نگار
ہوش در دم دار اے مردِ خُدا - یک نفس یکدم مباش از حق جدا

شبدارتھ :- دل نور سے شیشے کی طرح روشن ہوگا اس دل کے شیشے میں معشوق کا عکس دکھائی دے گا - اہل اے یقین - جب تو آنکھ کھولے - تو ہر طرف یار کے جمال کو چمکتا ہوا دیکھ - تو ہر آئینہ میں یار کو دیکھتا رہ - ہر آواز میں اسی کا سوز و ساز ہے جو کچھ بھی نیکی بدی سے نظر آتا ہے اے بے خبر وہ سب کچھ ذات حق ہے - زمین آسمان اور لامکان میں وہی ہے ہر ہر ذرے میں وہی ظاہر اور پوشیدہ ہے اے غافل تو اپنے سوانسوں کی نگرانی کر، تاکہ تجھ کو یہ قافلہ تیری منزل پر لے جاوے وہی ذاتِ حق کھُلم کھُلا ظاہر اور پوشیدہ ہے - اس معشوق نے ہر شئے میں اپنے جلوے ظاہر کئے ہیں - اے مردِ خدا ہر سوانس ہر دم میں ہوش رکھ - ایک دم (سانس) کیلئے بھی خُدا سے جُدا مت ہو کر -

بھاوارتھ :- جب سادھک سنتوشی اور صابر ہو جاتا ہے اور اس کا انتہ کرن شُدھ ہو جاتا ہے تب اس کے ہردیہ میں پربھو کا پرکاش ہوتا ہے - شُدھ انتہ کرن ایک صاف شفاف آئینے کی مانند ہو جاتا ہے اس لئے اس میں پرکاش کی جھلک صاف صاف دکھائی دیتی ہے - ہردیہ کے پرکاشمان شیشے میں پریتم کا عکس صاف چمکتا دکھائی دیتا ہے - یہی پربھو درشن ہے اے دشواس اور یقین والو - جب تم آنکھ کھولو تو ہر طرف پرماتما کے سُندر سُروپ کو

دل کھول کر نہارو۔ سارے گھٹوں میں اسی کا نور ہے۔ سب چہروں پر چمک اسی کی ہے۔ ایسی اپنی دل کی صفائی سے انتر کی آنکھ (دویہ چکشو) کھولو۔ تاکہ ہر شیشے (وجود) میں پریتم کے درشن کر سکو۔ یاد رکھو ہر شبد ہر دھونی میں اسی یار کا سوز و ساز ہے۔ جب تمہاری ایسی درشٹی بن جاوے گی تب دُنیا میں جو کچھ بھی نیک و بد پرنیت ہوتا ہے۔ وہ سب پرماتما کے رُوپ روپانتر ہیں۔ ایسا انوبھو ہوگا۔ ہمہ اوست۔ سروم کھلو دم برہم۔ یہ سب کچھ وہی برہم ہے یہ فیصلہ سارے رشی منی اور صوفی لوگوں کا ہے۔ وہ پرماتما لاوجود ہو کر بھی سنسار کے روپ میں موجود ہے۔ اس لئے کیا زمین کیا آسمان اور کیا لامکان ارتھات نرگن نراکار اور سرگن ساکار سب وہی ہے روم روم میں پرگٹ اور اپرگٹ وہی ہے۔

اوپر والی منزل یا ستھتی کی پراپتی کیلئے اب وہ راز اور بھید کی بات کہہ رہے ہیں جو عام طور پر پرگٹ نہیں کی جاتی۔ اس کے اشارے سنتوں کی بانیوں اور اُپدیشوں میں ملتے ہیں اسی پرکار کا اشارہ دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ اے بدھیمان جگیاسو۔ تو اپنے سوانسوں پر دھیان رکھ۔ کس طرح پران اندر جاتا ہے اور اپان باہر آتا ہے۔ پران اپان میں لین ہوتا ہے۔ اور اپان پران میں لین ہوتا ہے پران اپان کے اس کھیل کو بھلی پرکار سے دیکھ۔ تاکہ انہی پرانوں کے اوپر سواری کر کے تو اپنی منزل آتم ستھتی کو پالے۔ یا پران اپان کا یہ قافلہ تجھے منزل پر پہنچا دیوے۔ پران کی انتر گتی و باہر گتی کا پورن ریتی سے چنتن کرتے رہنے سے پران کی گتی سوکشم ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ سکھمبک

کا سبے بڑھتا جاتا ہے۔ جس کے پھل سوروپ پران کی گتی اتی سوکشم ہونی جاتی ہے اور پرانوں کے رُکنے سے من بھی رُک جاتا ہے۔ جب من رُکتا ہے سب سنکلپ وکلپ شانت ہو جاتے ہیں۔ کوئی واسنا وغیرہ بھی نہیں رہتی ایسی شانت دشا میں انتر میں پرکاش اور شبد پرکٹ ہو کر انتر ہردیہ کو پرکاشمان کرتے ہیں۔ من شبد کی دھونی کے رس امرت میں لین ہو جاتا ہے یہی شبد برہم یا ناد برہم کی پراپتی یا انوبھو ہے جو جیون کا لکشیہ ہے۔

جب انتر میں پرکاش سروپ شبد کی پراپتی ہوتی ہے اس کے بعد باہر مکھی سب پرکٹ و اپرکٹ سبھی وستوؤں میں اسی ستا کے درشن انوبھو ہوتے ہیں۔ پُرش یہ جانتا ہے کہ وہی پرماتما حاضر ناظر پرگٹ اپرگٹ روپوں میں موجود ہے۔ ہر شئے میں سارے درشیہ مان سنسار میں اسی پریتم کے نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ اس واسطے پربھو کے پیارے۔ اپنے سوانس یا پران پر پلک پلک وکھے دھیان رکھو۔ پران چنتن کا درڑھ ابھیاس کرنا کہ ایک دم کے لئے بھی تم پرماتما سے جدا نہ ہو سکو۔ ایک ایک سوانس کیساتھ اس کے نام کا سمرن (ورد) کرو:۔

س: سوانس سوانس ہر نام جپ ورتھا سوانس نہ کھوئے
کیا جانے جو انت کا یہی سوانس مت ہوئے

مثنوی: نفی گرداں از دل خود ماسوا۔ تا نگنجد در دلت غیر از خدا
زنگِ دل از صیقل لا پاک کن۔ سینہ با تیغِ محبت چاک کن

اسمِ ذات او چو بر دل نقش است۔ سکہ ضرب محبت خوش نشست
گشتہ چوں بر نقش دل نقشِ اللہ۔ غیر نقش اللہ را اے دل مخواہ
چوں شوی فانی تو از ذکرِ خُدا۔ راہ یابی در حریمِ کبریا
چوں بمانی با خدا یابی وصال۔ خویش را گم ساز اے صاحب کمال
ہر کہ شد در بحرِ عرفاں آشنا۔ ذرّہ ذرّہ قطرہ داند از خُدا
آبِ دریا چوں زند موجِ دگر۔ در حقیقت آب باشد جلوہ گر

شبدارتھ:۔ اپنے دل سے اللہ کے ماسوا کی نفی کر دے۔ تاکہ تیرے دل میں خدا کے سوا اور کچھ نہ سمائے۔ دل کے زنگ کو لا کی صیقل سے صاف کر اور سینے کو محبت کی تلوار سے چاک کر۔ جب اس کے ذاتی نام نے دل پر نقش باندھا۔ محبت کی ٹکسال کا سکہ اچھی طرح بیٹھ گیا۔ جب دل کے نقش پر خدا کا نقش ہو گیا۔ اے دل خدا کے نقش کے سوا کسی کا نقش مت چاہ۔ جب تو خُدا کے ذکر سے فنا ہو گا۔ تب خدا ئے بزرگ و برتر کی درگاہ پاک میں راہ پائیگا۔ جب تو خُدا کے پاس رہے گا۔ تو وصال پائیگا۔ اس لئے اے صاحب کمال۔ اپنے آپ کو گم کر۔ جو معرفت کے سمندر میں تیراک ہو گیا۔ وہ قطرہ کے ذرے ذرے میں خُدا کو جانتا ہے سمندر کا پانی جب دوسری موج مارتا ہے۔ تو حقیقت میں وہی پانی جلوہ گر ہوتا ہے

بھاوارتھ:۔ شاہ صاحب نے پربھو سمرن کی یکتی بتلا کر یہ کہا تھا کہ سوانس پر نگاہ رکھو اور ایک سوانس بھی پربھو نام سمرن کے بغیر نہ جائے

ایسا درڑھ ابھیاس کرو۔ تاکہ اندر اور باہر سروتر اور سدا سروداسی ایک پرم آتم تتو کے درشن ہوں۔ اب فرماتے ہیں اسے سالک جگماسو۔ اپنے دل میں اناتم وستوؤں کا خیال تک نہ آنے دو۔ نام کے ابھیاس سے دل اس قدر بھرپور ہو۔ تاکہ اس میں پرماتما کے علاوہ کوئی دوسری شے سما نہ سکے۔ آتم چنتن اور سمرن کے درڑھ ابھیاس سے پربھو انوراگ اس قدر بڑھ جاوے۔ کہ اور کچھ اچھا نہ لگے۔ پرماتما اور تمہارے بیچ اور کوئی شے حائل نہ ہو سکے دل میں دُنیا کی محبت کا زنگ لگ گیا ہے جو کہ بادھا بن رہا ہے اس لئے جس طرح لوہے کا زنگ صیقل پر رگڑنے سے صاف ہوتا ہے اسی طرح دل کے زنگ کو لا (نام) کی صیقل پر رگڑ کر صاف کرو۔ "لاالٰہ الاللہ" اس کلمہ کا مطلب ہے "نہیں ہے اللہ سوائے اللہ کے" کیول ایک ادویت پرم آتما ہی موجود ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ لا کلمہ نفی ہے۔ اسی کو وید میں نیتی نیتی کہا گیا ہے۔ لا یا نیتی نیتی کے قاعدہ سے دل کے زنگ کو دُور کرنے کا اُپدیش کیا گیا ہے۔ زنگ کیا ہے۔ اناتم ابھمان۔ اناتم وستوؤں کی ممتا۔ سب کو مِتھیا است نشچے کرنا ہی لا کی صیقل سے دل کا زنگ دُور کرنا ہے۔ سینے میں اگر پرماتما کے سوا دُنیا کی محبت نے جگہ لے رکھی ہے تو پربھو پریم کی تلوار لیکر اس کے سینے کو چاک کر دے ارتھات سینے میں پربھو پریم کے آجانے سے ممتا کا ناش سویم ہو گا۔ ہردیہ میں پربھو پریم کیونکر پیدا ہو گا۔ اس کا علاج بتلاتے ہوئے کہتے ہیں جب دل کے اوپر پربھو کا نام نقش ہو جائیگا۔ اس وقت تمہارے دل میں پریم کی ٹکسال کا سکہ خوب بیٹھیگا

وہ کونسا ذاتی یا بیج نام ہے جس کو دل پر نقش کرنا ضروری ہے۔ یہی وہ بیج منتر ہے جو گورو اپنے ششوں کو گپت رکھنے کی ہدایت دے کر دیکھشا دیتے ہیں ہمارے ہاں اوم۔ سوہم۔ رام۔ ہریم۔ کریم۔ رادھا وغیرہ ذاتی نام مانے جاتے ہیں اسی طرح صوفی فقیروں کے ہاں حق ہو۔ اللہ ہو۔ خدا کے ذاتی نام ہیں۔ اس پرکار کے ذاتی نام کے دڑدھ سمرن ابھیاس سے ہردیہ شدھ صاف ہوتا ہے اور اس میں پرماتما کا پاون پریم جاگرت ہوتا ہے اس طرح جب دل پر اللہ کا نقش پکا ہو جاتا ہے اور پرماتما کے بھگتی بھاو کے بغیر دل اور کچھ نہیں چاہتا دل میں کیول پربھو بھگتی اور اس کا ست نام بہتا ہے۔ تب پریمی سادھک کا اپنا آپ گم ہونا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نام کے اندر لین ہو جاتا ہے۔ اس کی الگ کوئی ہستی (ستّا) باقی نہیں رہتی۔ اس اوستھا کو صوفیوں کی بھاشا میں "فنا فی اللہ" کہتے ہیں۔ یعنی پرماتما کی ذات یا سروپ میں لین ہو جانا۔ اسی حالت کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے جب خدا کے ذکر (یعنی پربھو سمرن) سے تو فنا ہو جائیگا۔ اس وقت تو خدا کی پاک درگاہ میں پرویش کر پائیگا صوفیوں کی بھاشا میں سمرن کو ذکر۔ بھجن کو فکر اور دھیان کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ "ذکر خدا" سے مطلب پربھو نام سمرن ہے۔

نام سمرن کے دڑدھ ابھیاس سے جب "میں" کی برتی گم ہوتی ہے اس وقت ہم پرماتما کے دربار میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اس اوستھا کو ہمارے ہاں سوکلپ سمادھی کہتے ہیں۔ جس میں بھگت اور بھگوان کا دویت بھاو بنا رہتا ہے۔ جب اس اوستھا کا ابھیاس کافی پریپکو ہوتا ہے یعنی پربھو اشٹ دیو)

کے آمنے سامنے رہ کر ابھیاس چل پڑھتا ہے تب وصال ملاپ یا یوگ پراپت ہوتا ہے۔ پرماتما کی درگاہ میں پرویش والی حالت کو سالوک مکتی کہتے ہیں۔ جب اس کے پاس رہ کر وصال یا یوگانند پراپت ہوتا ہے اس کو سامیپ مکتی کہتے ہیں۔ جب ہم اپنے آپ کو چیتن روپی سمندر میں ایک ہو کر غوطے لگاتے اور تیرتے ہوئے پاتے ہیں۔ اس کو سایجیہ مکتی کہتے ہیں جب کسی پرکار کی بھی علیحدگی دکھائی نہیں دیتی بلکہ بھول کر بھی اپنی علیحدہ ہستی کی یاد نہیں آتی۔ اپنے کو پورن برہم روپ سے انوبھو کرتے ہیں۔ یہ حالت ساروپ مکتی ہے۔ یہی آتم یا برہم ساکشاتکار ہے۔ اس وصال کے بعد جب سادھک اور زیادہ محنت کر کے اپنے آپ کو گم کر دیتا ہے جہاں دویت نہیں رہتا۔ کیول ایک ادویت چیتن ستّا ہی رہتی ہے۔ وہاں سب اللہ ہی اللہ ہے ایسی اوستھا نروکلپ سمادھی ہے۔ اس کے بعد اور کچھ پانا باقی نہیں رہتا۔

معرفت اور برہم گیان کے سمندر میں جو تیراک ہو گیا۔ اس کو قطرے قطرے اور ذرّے ذرّے میں پرماتما دکھائی دیتا ہے اور سمندر کے پانی میں خواہ کتنی ہی لہریں موجیں اُٹھتی ہوں۔ وہ واستو میں پانی کا ہی کھیل ماتر ہوتا ہے۔ پانی کے اتیرکت اور کچھ نہیں ہوتا۔ ایسا انوبھو گیان کے سادھک کا بھی ہوتا ہے۔

مثنوی ؎ نفسِ آب و چوں حباب ست جسمِ تو۔ آب چوں گردی نہ ماند جسمِ تو
چوں الف در لام میگردد نہاں۔ خویش را گم ساز تا گردد عیاں

گشت واصل چوں بدریا آب جو۔ آب جو را باز از دریا مجو
تا نوئی کے یار گردد یار تو۔ چوں نباشی یار باشد یارِ تو
مولوی فرمود در نظم ایں بیاں۔ بر تو گردد روشن اسرار نہاں
تو مباش اصلاً کمال اینست بس۔ تو در و گم شو وصال اینست و بس
بشنو از گر تو ہستی ہوشیار۔ با تو گویم ایں سخن را گوش دار
ہر کہ ایں پند از من عاشق شنید۔ بیشک اندر محفل جاناں رسید

شبد ارتھ:۔ نفس پانی ہے اور تیرا جسم مانند بلبلے کے ہے جب تو پانی ہو جاوے۔ تو تیرا جسم نہیں رہے گا۔ جس طرح لام میں الف چھپ جاتا ہے اسی طرح اپنے آپ کو گم کر دے تاکہ تجھ پر حقیقت ظاہر ہو جاوے۔ جب نہر کا پانی دریا کے اندر جا ملا۔ پھر نہر کے پانی کو دریا میں مت تلاش کر۔ جب تک تو ہے۔ وہ یار کب تیرا یار ہو گا۔ جب تو نہ رہے گا۔ پھر یار تیرا یار ہو جائیگا۔ مولانا روم نے اپنی نظم میں یہ بیان فرمایا تھا کہ یہ پوشیدہ راز تجھ پر روشن ہو جاوے "تو ہرگز نہ ہو۔ بس یہی کمال کا درجہ ہے" تو اس میں گم ہو جا۔ یہی وصال کا درجہ ہے۔ اگر تو ہوشیار ہے۔ تو مجھ سے سن۔ میں تجھ سے یہ بات کہتا ہوں تو کان لگا کر سن۔ جس نے مجھ عاشق سے یہ نصیحت سنی وہ بے شک محبوب کی محفل میں جا پہنچا۔

بھاوارتھ:۔ شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ جب یہ یقین ہو جاتا ہے کہ لہر پانی ہے تو ساری لہریں پانی ہی دکھائی دیتی ہیں ان میں لہر کی بھاونا نہیں رہتی۔

سروجل کی درشٹی بن جاتی ہے اب فرماتے ہیں کہ نفس خودی یا اپنا آپ پانی ہے۔ اور تیرا شریر اس پانی کا ایک بُلبلا ہے جب بُلبلا پانی ہو جاتا ہے پانی کے علاوہ بُلبلے کی اپنی کوئی سّتا نہیں ہوتی۔ پانی بُلبلا ہے اور بُلبلا پانی ہے اسی طرح اگر تو پانی ہو جاوے۔ تو شریر رُوپی بُلبلا نہیں رہیگا۔ اپنے آپ کو شریر جان کر تم اصل سے دُور ہو گئے ہو۔ جب تم شریر رُوپی بُلبلے کو اپنی خودی رُوپی جل میں لین کر دو گے۔ تو تمہارا اپنا آپ ہی شیش رہیگا اس بات کو صاف صاف ذہن نشین کرنے کیلیئے تم۔ اپنے آپ کو اس طرح گم کر دو جس طرح لام کے اندر الف گم ہو جاتا ہے۔ بولنے میں لام ہی بولا جاتا ہے اس طرح اگر تم اپنی مِتھیا اہنکتا یا چھوٹی ہَم (خودی) کو پرماتما کے سروپ میں مٹا دو۔ تو اس وقت تم کو یہ انُبھو ہوگا۔ کہ واستو میں تمہارا سروپ سچدانند ہے تم یہ شریر نہیں ہو۔ اس بات کو ایک اور درشٹانت سے سمجھو۔ جب نہر کا پانی دریا میں مل جاتا ہے۔ تب وہ دریا کا پانی کہلاتا ہے۔ دریا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ نہر کا نام رُوپ وہاں گم ہو جاتے ہیں۔ وہ کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔ بس اسی پرکار اپنے کو تم ذات الٰہی میں گم کر دو۔ جب تک تو ہے ارتھات تو اپنے کو کچھ مانے ہوئے ہے۔ اس وقت تک پریتم پیارا تیرا یار نہیں ہو سکتا یعنی تمہاری پرماتما کے ساتھ ملاقات نہیں ہو سکتی۔ اور جب تو نہیں رہیگا ارتھات تیری جزوی خودی پرماتما کی ذات میں لین ہو جاویگی اس وقت پرماتما تیرا یار ہوگا۔ تب پریمی اور پریتم کا میل ہو جائیگا۔ مولانا روم نے اپنی نظم میں یہ بیان کیا تھا۔ جس سے تیرے دل میں گپت بھید پرگٹ ہو جاویں گے۔ یعنی ان کے

بیان پر وچار کرنے سے سارا راز کھُل جائیگا۔ انہوں نے یہی فرمایا ہے۔ اے
شِشیہ تو یہی سبق لِکا یاد کر ؎
تُو کو اس طرح مٹا کہ تُو نہ رہے۔ اور تجھ میں خودی کی بُو نہ رہے
دیگر ؎ مَیں ناہیں وسے سجناں تُوہیں۔ میں ناہیں۔ سائیں بُلھے شاہ نے بھی
یہی اپدیش گرہن کیا تھا۔ تُو بھی اپنا آپ گم کردے۔ مت کچھ بن۔ یہی کمال کا درجہ
ہے۔ ساری سادھنا کا انت یہاں ہوتا ہے۔ تو خدا کی ذات میں گم ہوجا۔ بس
اسی کا نام وصال یوگ۔ موکش اور نروان ہے۔ اگر تو پُورا باہوش ہے۔ تو میری بات
سُن۔ کان کھول کر سُن۔ میں یہ خاص بات تیرے پرتی کہہ رہا ہوں۔ میری اس
نصیحت کو جس بھی سچے پریمی نے شردھا سے سُنا کیا۔ وہ بلا شُبہ نِشناک ہو
کر پریتم کے دربار میں جا پہنچا۔ ارتھات اُسے پرماتما کی پراپتی ہوگئی۔ ان کے
اپدیش کا سار یہ ہے۔ کہ اپنے ملین اہنکار کو شُدھ اہنکار میں لین کردو۔ "ناہم
شریرم۔ کوہم سوہم" میں شریر نہیں ہوں۔ میں کون ہوں۔ میں وہی (آتما) ہوں"

مثنوی ؎ ہر کہ او از خویشتن بیزار گشت۔ بیشک آں کس محرم اسرار گشت
ہر کہ او سر باخت اندر کوئے او۔ بنگرد صد بار جاناں سُوئے او
یک نگاہے گر کند سُوئیم نگار۔ جاں چہ باشد گر بود صد جاں نثار
عاشق دیوانہ و سر گشتہ ایم۔ بار ہا یاں گرد ہر در گشتہ ایم
ہر گہ بُوئے بشنوم بُوئے او۔ مست رفتم بیخبر از کوئے او
سنبل از گیسوئے او شد تابدار۔ لالہ از رخسارِ او شد داغدار

صد زباں در وصفِ او سوسن کشید۔ غنچہ با صد شوق پیرہن درید
نرگسِ بیمار چشم از سر کشاد۔ جامِ زریں بر کفِ سیمیں نہاد

شبدارتھ:۔ جو کوئی اپنے سے بیزار ہو گیا۔ بیشک وہ اسرار کا محرم ہو گیا جس نے اس کے کوچہ میں اپنا سر دیا۔ پریتم سو بار اس کی طرف دیکھتا ہے۔ اگر محبوب ایک نگاہ میری طرف کرے تو ایک جان کیا ہوتی ہے سو جانیں ہوں تو قربان کر دوں۔ ہم عاشق دیوانے اور سر پھرے ہیں اور یار کو دربدر ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ جب اس کی خوشبو سے ایک مہک سونگھوں گا۔ اس کے کوچہ سے مست اور بے خبر ہو کر جاؤں گا۔ سنبل اس کی زُلف سے پیچدار ہی۔ لالہ اس کے رُخسار سے داغدار ہو گیا۔ سوسن نے اس کی تعریف میں سو زبانیں نکالی ہیں اور کلی نے سو شوق کے ساتھ اپنا چولا پھاڑ ڈالا۔ بیمار نرگس نے سر سے آنکھ کھولی اور سونے کا پیالہ چاندی کی ہتھیلی پر رکھا۔

بھاوارتھ:۔ ابھی اوپر بانی میں شاہ صاحب خودی کو گم کرنے کا اپدیش دے رہے تھے۔ وہ خودی چھوڑ خدا ہو جا، جب تک تو ہے۔ تیرا یار تجھ سے دُور رہے اور جب تو نہیں ہو گا یار تمہاری بغل میں ہو گا۔ اسی پرسنگ میں آگے کہتے ہیں۔ جب کسی کے اندر ویراگ کی بھاونا جاگرت ہو گی۔ تو وہ پُرش دُنیا سے اور اپنے شریر سے بیزار ہو جاتا ہے اس کی اہنگتا ممتا کھشین ہو جاتی ہے۔ تب اس کے ہردیہ میں پرماتما کا پریم اور انوراگ پیدا ہوتا ہے وہ پرماتم پرائین ہو کر پربھو ملن کیلئے آتسک ہوتا ہے پرماتم کھوج میں آگے

بڑھتا ہے اس کی سچی لگن اُسے سچّے سنتوں اور درویشوں تک لے جاتی ہے جو اس کی لگن کو دیکھ کر اس پر دیا و مہر کرتے ہیں اور ادھیاتم وِدّیا کے گُپت راز اس پر کھول دیتے ہیں اور اس کو مالک کو ملنے کی ودھی بتلا دیتے ہیں اس طرح جو آدمی اپنے شریر سے ویراگیہ وان اور بیزار ہو جاتا ہے وہ گُپت بھیدوں کو جاننے والا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ جو کوئی اس یار کے کوچہ میں اپنا سر یعنی اپنا آپ قربان کر دیتا ہے ارتھات دیہہ پر اُپنا کا تیاگ کر کے پربھو پر اُپنا کو اپنا لیتا ہے۔ اور پرماتم کھوجی بن جاتا ہے۔ تو وہ پریتم پرماتما سو بار یعنی بار بار اس کی طرف دیکھتا ہے۔ پرماتما سدا اس کی رکھشا کرتا ہے اس کا یوگ کھشیم وہن کرتا ہے۔ بقول کبیر صاحب ؎

من ایسا نرمل بھیو جیسے گنگا نیر ؎ پاچھے پاچھے ہر پھرت کہت کبیر کبیر

اگر معشوق ایک بار پیار کی نظر سے دیکھے۔ تو ایک جان کیا سو جانیں اس پہ قربان کر دیں؛—

؎ میرا مجھ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے سب تور۔ تیرا تجھ کو سونپتے کیا لاگت ہے مور

اسی واسطے ہم اس یار کے دیوانے اور سر پھرے عاشق ہیں۔ اور اس دُنیا کے فانی میں دربدر اسی کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ جب اس کی خوشبو میں سے تھوڑی سی بُو سونگھ لیتے ہیں تو اس کی گلی سے مست اور بے خبر ہو کر آتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جتنی یار کی قربت بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی دیوانگی اور مستی ترقی کرتی ہے۔ اور ہم اپنے آپ سے بے خبر خود فراموشی کی حالت میں پرویش کر جاتے ہیں۔ ایسی خود مستی کی اوستھا میں سنبل گھاس جس پر پتیاں گھونگھرالی ہوتی ہیں، ہمیں ایسا

پرنیت ہوتا ہے کہ وہ اس نے ہمارے یار کی زلفوں سے پراپت کی ہیں اور لالہ کے پھول میں جو کالے داغ ہیں۔ اس نے وہ ہمارے پریتم کی گلابی گالوں سے لئے ہیں۔ سوسن کے پھول کی جو سینکڑوں پتیاں اِدھر اُدھر بکھری ہیں۔ وہ گویا میرے پریم پاتر کی اُستتی میں سوسن نے اتنی زبانیں لمبی کر رکھی ہیں۔ اور باغ میں کلی نے اپنا جامہ یا چولا بڑے چاؤ اور شوق سے پھاڑ ڈالا۔ کلی اپنے گرد لپٹے ہریالی کے پردے کو پھاڑ کر پھول بن جاتی ہے۔ کیونکہ اس کو بھی اپنے مالک سے ملنے کا شوق ہو رہا ہے۔ بیمار نرگس نے سر سے آنکھ کھولی۔ اس کا پھول ایک ڈنڈی کے سرے پر کھلتا ہے۔ اور سفید پتیوں کے بیچ میں ایک سنہری اشرفی جیسا نشان ہوتا ہے۔ جس کو شاہ صاحب چاندی کی ہتھیلی پر سونے کا پیالہ رکھا ہوا بتلاتے ہیں۔ نرگس بیچاری بھی پربھو کی آتش جدائی سے بہت بیمار تھی اور جب آنکھ کھولی۔ تو اپنے روپہلی ہاتھ پر سنہری پیالہ رکھکر پریتم پیارے کو پیش کیا۔

مثنوی نخلِ سرو از قامتِ زیبائے او۔ سبز و خرم گشت سرتا پائے او
بلبل و قمری بہ بستاں نوحہ گر۔ ہر یکے با نطق و اقرارِ دگر
ہر طرف برخاست از وے ہائے ہو۔ بر زباں دارند از وئے گفتگو
ایں شنیدم نغمۂ چنگ و رباب۔ سینہ بریاں شد ز سوزِ دل کباب
مطرب از شوق طرب چوں ساز کرد۔ ایں ترانہ را بسوز آغاز کرد
یار را مے بیں تو در ہر آئینہ۔ سوز و ساز اوست در ہر طنطنہ

ہر چہ بینی در حقیقت جملہ اوست شمع و گل پروانہ و بلبل ہم ازوست

ہر چہ آید در نظر از جزو وکل۔ بوم صحرا بلبلِ بستاں، و گل

شبدارتھ:۔ سرو کا درخت اسی کے زیبا قد سے سرسبز اور شاداب ہوا ہے بلبل اور قمری باغ میں نوحہ خواں ہیں۔ ہر ایک دوسری بولی بولتا اور دوسرا اقرار کرتا ہے ہر طرف اسی سے شور و غل مچا ہوا ہے اور اسی سے زبان پر گفتگو جاری رکھتے ہیں۔ میں نے یہ چنگ اور رباب کا نغمہ سنا۔ دل کے سوز سے سینہ بھن کر کباب ہو گیا۔ مطرب نے شوقِ طرب سے عجب باجہ بجایا اور سوزِ دل کے ساتھ اس نغمہ کو گانا شروع کیا۔ تو ہر آئینہ میں یار کو دیکھتا رہ۔ ہر آواز میں اسی کا سوز و ساز ہے جو کچھ تو دیکھتا ہے وہ دراصل وہی ہے شمع پروانہ اور گل و بلبل سب اُسی کا کھیل ہیں۔ جو کچھ نظر آتا ہے۔ جنگل کا اُلّو۔ باغ کی بلبل اور پھول یہ سب وہی ہے۔ ہمہ اوست۔

بھاوارتھ:۔ ہمہ اوست۔ سب وہی ہے۔ سروم کھلودم برہم۔ یہ سب کچھ برہم ہے اس درشتی کون سے فرماتے ہیں کہ سرو کا درخت جو اسقدر اونچے قد والا اور ہرا بھرا سُندر پرتیت ہوتا ہے۔ یہ قد اور ہریالی و سندرتا اسی پرماتما کی ہے باغ کے اندر بلبل اور فاختہ جو رنگا رنگ کے راگ الاپ رہی ہیں ہر ایک کی جُدا گانہ بولی ہے اور کئی بھن بھن شبدوں کی دھونی کرتے ہیں۔ یہ سب اُسی کی لیلا ہے۔ وہی سروا آتم بھاؤ سے انیکتا کا کھیل کر رہا ہے۔ سارا سنسار شبد کی دھونی ہوتا سے بھرپور ہو رہا ہے۔ بہت شور مچا ہوا ہے یہ شبد کی دھونی

اسی پرماتما سے ہو رہی ہے۔ ہر ایک کی زبان پر جو بات چیت ہو رہی ہے یہ سارے ورنا تمک شبد بھی اسی سے ہیں۔ جب اپنے انتر میں ہم نے چنگ و رباب کا راگ سنا تو پربھو ملن کی تڑپ تیز ہو گئی۔ پھر برہا کی اگنی سے ہمارا سینہ بھن کر کباب ہو گیا۔

راگی نے راگ کے شوق سے جب ساز کو چھیڑا یعنی راگ کے یتنتر کو بجانا شروع کیا تو اس میں سے یہ راگ نکلا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہر آواز میں سوز و ساز اسی پریتم کا ہے۔ اس لئے ہر شے میں اسی پیارے یار کو دیکھا کرو۔ وہ سرب نواسی گھٹ گھٹ میں پری پورن ہے سارے روپوں میں اسی کو دیکھنے کا ابھیاس کرو۔

جو کچھ باہر درشٹی گوچر ہو رہا ہے سب وہی ہے۔ یہی آخری سنتیہ ہے اس کو انوبھو کرو۔ دیپک اور اس کا پریمی پروانہ۔ پھول اور اس کا عاشق بلبل اسی پریتم کے روپ ہیں سمشٹی اور ویشٹی میں جو کچھ چھوٹا بڑا دکھائی دیتا ہے قطرہ کا الو۔ باغ کی بلبل اور پھول یہ سب وہی ہے اور سب اسی سے ہے۔ ہمہ اوست۔ ہمہ ازوست۔ اس سے بھن کچھ بھی نہیں۔ وہ واحد لاشریک ہے۔ ایکمیوا دوتیم۔ وہ ایک اور ادوتیہ ہے اللہ کے سوائے اور کوئی الٰہ نہیں ہے سب اسی کو دیکھو۔ اسی میں اپنا آپ گم کر دو۔ نہ ہم نہ تم۔ دفتر گم۔ صُمّ بُکمٌ۔ قہقہہ دیوانہ چشم حیرت واکن و لب را بہ بند۔ ارتفات و سماد کی آنکھیں کھولو اور جسم بند کرو۔ اب اور آگے بولنے کی گنجائش نہیں۔

مثنوی ؎ عارفاں النقش چہ زیبا و زشت۔ صورت ہر نیک و بد را خود نوشت

مُرغ و ماہی مار و مور و شیر ببر۔ چشمۂ حیوان و باران و برق و ابر
سنگ خارا لعل و یاقوت و گہر۔ ظلمتِ شب تیرہ و نورِ ماہ و خور
ہر چہ باشد آب و آتش باد و خاک۔ جملہ را مخلوق کرد از صنع پاک
قادرے کو آفرید از قطرۂ آب۔ نقش بستہ در صدف دُرِ خوشاب
گوہرِ جاں مطلعِ انوارِ اوست۔ معدنِ جاں مخزنِ اسرارِ اوست
یار در تو پس چرائی بے خبر۔ یار در خود تو چہ گردی در بدر
اے گرفتاری بہ بندِ نام و ننگ۔ شیشۂ ناموس را بشکن بہ سنگ
شہدار تھا۔ عارفوں کیلئے کیا خوبصورت اور کیا بدصورت نقش۔ ہر نیک و بد کی صورت خود اس کی لکھی ہوئی ہے۔ مرغ اور مچھلی۔ سانپ اور چیونٹی اور ببر شیر۔ آب حیات کا چشمہ۔ بارش بجلی اور بادل۔ سخت پتھر۔ لال۔ یاقوت اور موتی۔ اندھیری رات کا اندھیرا اور چاند سورج کی روشنی۔ جو کچھ بھی ہے پانی آگ۔ ہوا اور مٹی۔ اس نے سب کو اپنی پاک ذات سے پیدا کیا۔ ایسی قدرت والا۔ کہ اس نے پانی کی بُوند سے جسم انسانی پیدا کیا۔ اور سیپی میں آبدار موتی کا نقش باندھا۔ جان کا موتی اس کی روشنیوں کی نکلنے کی جگہ ہے۔ اور جان کی کھان اس کے بھیدوں کا خزانہ ہے۔ یار تیرے اندر ہے پس تو کیوں بے خبر ہے۔ یار خود تو ہے۔ تو کس لیئے دربدر پھرتا ہے اے نام و ننگ کی قید میں گرفتار انسان۔ ناموس کے شیشے کو پتھر سے توڑ دے۔

سمجھا وار سمجھ :۔ اُپدیش اس پرکار چل رہا تھا" یہ سب کچھ وہی پرماتما ہے"
اور" سب کچھ اسی سے ہے" ہمہ اوست اور ہمہ از وست" اس سے بھن یہاں
کچھ بھی نہیں ہے یہ سب اسی ایک کا تماشا ہے۔ جو اُس پرماتما کو پہچان چکے
ہیں۔ جنہوں کا پرماتما کا گیان پراپت کر کے اس کا ساکشاتکار کر لیا ہے جو
برہم گیانی اور آتم درشی کہلاتے ہیں۔ ان کے شونیتر۔ دویہ چکشو کھلے ہیں۔
اور وہ جو دیکھتے ہیں۔ اور بتلاتے ہیں۔ وہی درست ہے۔ ان کی نظر میں نہ
کوئی اچھا ہے نہ بُرا ہے۔ نہ خوبصورت ہے نہ بدصورت ہے بقول گورونانک
دیو۔ بھلا بُرا کہو کس نوں کہیئے سگلے جیا تمہارے
دیگر۔ الف اللہ نور جو پایا قدرت دے سب بندے
اک نُور سے سب جگ اُپجیا کون بھلے کون مندے
جب سبھی اس مالک کُل کی رچنا ہے۔ تو بھلا بُرا کس کو کہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے
ع "خوش نویس است او نخواہد بد نوشت" وہ سُندر لکھنے والا ہے۔ وہ
کبھی خراب نہیں لکھیگا۔ مثال دیتے ہیں۔ دیکھو جو چار کھانی کے جیو ہیں۔
جمادات۔ پہاڑ پتھر وغیرہ نباتات درخت سبزہ زار بنسپتی وغیرہ حیوانات
پشو پکشی اور منش یا (۱) انڈج انڈے سے پیدا ہونے والے (۲) جیرج۔ جیر سے
پیدا ہونے والے (۳) سویدج۔ پسینہ سے پیدا ہونے والے (۴) اُدبھج۔ زمین
کو پھاڑ کر نکلنے والے۔ ان سب کی سنکھیا ۸۴ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ چند
نمونے کے طور پر شاہ صاحب اپنے اُپدیش میں گنتے ہیں۔ پرندے۔ مچھلیاں
سانپ۔ چیونٹیاں۔ شیر ببر۔ امرت سرور۔ بارش بجلی بادل۔ سخت کالا پتھر۔

لعل یاقوت موتی۔ اندھیری رات کا اندھیرا۔ چاند اور سوریہ کی روشنی۔ آگ۔
پانی۔ ہوا اور مٹی۔ ان سب کو اس پرم شکتیمان نے اپنی پاون شکتی سے اُتپن
کیا۔ اسی شو (شاکت) نے اپنی اُتم شکتی سے ایک بوند پانی سے سیپی کے اندر
آبدار موتی پیدا کر دیا۔ اور وہی ایک قطرۂ منی سے انسانی جسم کو تیار کر دیتا ہے
وہی جاناں (پیارا) جانِ جہاں ہے۔ وہی ہماری جیون شکتی ہے سارے
شریروں کی جان وہی ہے۔ زندگی اور حیات جیون شکتی ہی وہ شے ہے جس سے
سارے برہمنڈ کو اس کا پرکاش پراپت ہوتا ہے۔ اسی جیون شکتی میں اس کے
سارے بھید پوشیدہ ہیں۔ جنہوں نے جیون شکتی کو جان لیا ہے وہ سارے
رازوں سے واقف ہو گئے۔

ستھول روپ میں یہ بھوتک شریر بھی وہی ہے اور سوکشم روپ میں وہی ان
کے اندر جیون شکتی کے روپ میں بھرپور ہے۔ ستھول سوکشم سب سے پہلے اور
پرے لامکان نرگن نراکار بھی وہی ہے۔ کتنی حیرانگی کی بات ہے۔ کہ وہ پیارا
تمہارے اندر ہے تمہارے انگ سنگ ہے۔ لیکن تم بے خبر ہو۔ اگیان کے کارن
اُسے نہیں جانتے۔ آؤ بھیا ہم سے سنو۔ وہ پریتم تم خود ہی ہو۔ کوئی اور نہیں
کیوں در بدر مارے مارے پھرتے ہو۔ جانو اپنے آپ کو۔ اے مان پرتشٹھا کے قیدی
مانو۔ اس مان ابھمان کے شیشے کو آتم گیان کے پتھر سے توڑ ڈالو۔ اور اپنے آتم
سروپ میں استھت ہو جاؤ۔

مثنوی: اوست پیدا در تو۔ تو از خویش گم۔ مرگ آید ناگہاں گوید کہ قم

ناگہاں بر خیزی اُفتی در مغاک۔ روزِ محشر منفعل خیزی ز خاک
ناگہ از گورت بر آید ایں صدا۔ حسرتا۔ وا حسرتا۔ وا حسرتا
حیف باشد ہمچو نابینا روی۔ کور وکر بر خیزی و رسوا شوی
اے خلیفہ زادہ بس نابکار۔ تا بکے بیگانہ گردی ہوشیار
رحم کن بر حال خود اے بوالہواس۔ باز گرد و توبہ کن در ہر نفس
با خدا ہر دم ہمے گوئی دروغ۔ از دروغ تو چہ افزائی فروغ
ہر زماں گوئی کہ من توبہ کنم۔ بیخ اغیار از دل خود بر کنم

شیدا ارتھ:۔ وہ تجھ میں ظاہر ہے اور تو اپنے سے بے خبر ہے اچانک موت آئیگی اور کھینچیگی۔ اُکڑ۔ ایک دم تو اُکڑ کر غار میں گر جائیگا۔ قیامت کے روز شرمندہ قبر سے اُٹھیگا۔ اچانک تیری قبر سے یہ آواز نکلیگی۔ آہ حسرت ہے آہ حسرت ہے۔ بہت افسوس ہے۔ افسوس کہ تو اندھے کی طرح جائے اور اندھا اور بہرہ اُٹھے پھر رُسوا ہووے۔ اے حضرت آدم کے بہت نالائق بیٹے۔ کب تک تو بیگانہ رہیگا۔ ہوش میں آ۔ اے بوالہواس۔ اپنی حالت پر رحم کر۔ خدا کی طرف مُنہ پھیر۔ اور ہر سانس میں توبہ کر۔ تو خدا سے ہر دم جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ سے تیرا کیا عروج ہوگا۔ ہر وقت تو کہتا ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ غیروں کی جڑ اپنے دل سے اُکھاڑتا ہوں۔

بھاوارتھ:۔ اے بے خبر مالو۔ جب سب کچھ وہی ہے اور سب کچھ اُسی سے ہے تو بھی وہی ہے (تتوتمسی) میں بھی وہی ہوں (سوہم) نہ میں نہ تم دفتر گم والی

بات ہے۔ حالانکہ وہ ستا سچدانند روپ سے تیرے اندر پرورشن کر رہی ہے لیکن تو اپنے نج سروپ سے بے خبر ہے۔ اسی اگیان دشا میں موت آئے گی۔ اور کھیے گی۔ اُلٹا اوقات یکدم موت آکر تجھے دبوچ لے گی۔ تو گھبرا کر اٹھیگا۔ اور قبر کے گڑھے میں جا گرے گا۔ اور جب قیامت کے روز قبر سے اُٹھیگا۔ تو شرمندہ رُو ہو گا۔ اور اپنے پاپ کرموں کی جب سزا سُنیگا۔ تو بہت دُکھی ہو کر تو پشچاتاپ کرے گا۔ اور من ہی من رو رو کر پکارے گا۔ اس وقت تیری قبر سے یہی آواز نکلے گی۔ ہائے افسوس ہے ہائے بہت افسوس ہے کھید ہے۔ اب کیا کروں۔ تمہاری اس دشا کا وچار کر کے ہم کو بھی بہت کھید ہو رہا ہے۔ کہ تو اندھے کی طرح یہاں سے جائیگا۔ یعنی خدا کی ذات سے بے بہرہ اگیان اندھکار میں ہی اس شریر کا تیاگ کرے گا اور آگے دوسرا شریر گرہن کرنے کیلئے اُٹھیگا (قبر سے اُٹھنے کا یہی مطلب ہے) تو اندھا اور بہرہ ہوگا۔ ذلیل وخوار ہوگا۔ کیونکہ اس جنم میں تو نے نیک کام نہیں کئے۔ خدا کو یاد نہیں کیا۔ خدا کے بندوں کی سیوا نہیں کی۔ اُلٹا ان کو دُکھ دیتا رہا۔ اس لئے ایسے کرموں کے پھل سوروپ کیا پتہ کیسا شریر ملیگا۔ جس میں آنکھیں ہی نہ ہوں۔ یا جس میں بولنے کی شکتی نہ ہو۔ اندھا و بہرہ اُٹھنے کا یہی مطلب ہے اور ایسی تچھ یونی میں جو دُکھ ملیں گے وہی رُسوا ہونا ہے۔

اے انسان۔ تو آدمی کہلاتا ہے۔ حضرت آدم کا بیٹا ہے لیکن بہت نالائق ہے۔ کیونکہ کب تک بیگانہ ہو کر رہے گا۔ کب تک تو اپنے گھر سے باہر بے گھر رہیگا تمہیں جلدی اپنے کو پرماتما کے سروپ میں لین کر دینا چاہیئے باہوش ہو کو سچا

پُر نثار تھ کر دیا۔ او لالچی دُنیا کے لالچ میں پھنس کر تم نے اپنے مالک کو بھلا دیا اپنے کر توبہ سے گر گئے۔ اپنا ایمان خراب کر لیا۔ اب موقعہ ہے ہم تمہیں چیتاونی دیتے ہیں۔ دُنیا کی طرف پیٹھ پھیر اور پرماتما کی طرف مُنہ موڑ۔ ہر سانس کے ساتھ اپنے گناہوں کیلئے توبہ کر۔ پشچاتاپ کر اور رو رو کر معافی مانگ۔ وہ مالک دو جہاں تجھے ضرور معاف کر دے گا اگر تو سچے دل سے شرمندہ ہو کر پچھتاوا کریگا کیونکہ اس وقت یہ تمہاری دشا ہے کہ تو خُدا کے ساتھ دم بدم جھوٹ بولتا ہے پتہ نہیں جھوٹ بول کر تم کو کون سی بڑائی ملتی ہے اور جب تم کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہو۔ اس وقت روتے ہو اور کہتے ہو میں توبہ کرتا ہوں۔ میں خیریت یا ذہنیت کا بیج دل سے باہر نکال پھینکونگا۔ اور جب سمے بیت جاتا ہے تم پھر بھول جاتے ہو۔ کہ میں نے توبہ کی تھی۔ پھر وہی غلط کام کرتے ہو۔ اس طرح تم پرماتما کے ساتھ جھوٹ بولنے کے گناہگار ہو۔ اور خواہ مخواہ خدا کی نظر میں گرتے ہو۔

مثنوی چوں شود فردا از سر تو گیرم کار۔ دل ز نغارِ عشق او سازم فگار
رو تیئے دل شویم ز آب توبہ باز۔ با وضوئے خونِ دل سازم نماز
گوشِ نفسِ خویش را مالش دہم۔ از ہوا و ہستئ خود وار ہم
عہد و پیماں بشکنی چوں شب شود۔ دل پئے جو یائے ایں مطلب شود
بگذری از ہرچہ باشد کم و بیش۔ دل بشو از مکرِ باطلہائے خویش
ساقی مہ رُو و شراب لعل ناب۔ مطرب و دلبر و آہنگ رباب

شاہدِ خورشید رو و تند خو۔ دلبرِ غارت گر دین و عشوہ جو
گر بدست آیدبه آغوش کشی۔ شربت ہر تلخ و شیریں راچشی

شبد ارتھ:۔ جب کل آئیگا۔ نئے سرے سے کام شروع کروں گا۔ دل کو اس کے عشق کے کانٹے سے زخمی کروں گا۔ دل کے منہ کو توبہ کے پانی سے پھر دھوؤنگا۔ دل کے خون سے وضو کر کے پھر نماز ادا کروں گا اپنے نفس امارہ کی گوشمالی کروں گا۔ اور اپنے آپ کو خودی اور خواہش سے آزاد کرونگا جب رات ہوتی ہے۔ تو عہد و پیمان توڑ ڈالتا ہے یہ دل اس مطلب کے ڈھونڈنے کے درپے ہوتا ہے جو کچھ بھی کم یا زیادہ ہے اس سے درگذر کر تو اپنے جھوٹے فضول مکروں سے دل کو دھو ڈال۔ چاند کی صورت والا ساقی اور خالص سرخ شراب۔ گویا دبیر اور رباب کا الاپ۔ تیز طبع اور سورج جیسے چہرہ والا معشوق۔ ناز و انداز والا۔ اور دین کو غرق کرنیوالا دلبر اگر ہاتھ میں آجاویں۔ تو اس کو اپنی گود میں کھینچتا ہے اور ہر کڑوے میٹھے شربت کو چکھتا ہے

بھاوارتھ:۔ پرماتما کے حضور میں توبہ کر کے پھر وقت گذرتے پر جب تو دنیا کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔ موہ ممتا کے بندھن میں جکڑا جا کر اپنی توبہ کو بھول جاتا ہے۔ اندر سے ضمیر کا کانٹا چبھتا ہے تو پھر ایک بار اس مالک کی یاد ستاتی ہے اور تو اقرار کرتا ہے کہ اب میں نئے سرے سے جینا سیکھونگا۔ پرماتما کے پیار سے دل کو تڑپاؤنگا۔ اور توبہ کے پانی سے دل کے پاپ دھو ڈالونگا۔ دل کے خون سے وضو کروں گا۔ اور پھر خدا کی نماز ادا کروں گا اپنے نفس (من) کی خوب گوشمالی کروں گا۔ یعنی کان مروڑونگا اور سزا دوں گا۔ اس

طرح میں مادمنی یعنی اہنگتا ممتا کے بندھن سے مُکت ہو جاؤنگا۔ اتنے اقرار کر کے پھر جب رات ہوتی ہے تو سب عہد و پیمان توڑ دیتا ہے۔ تیرا دل پھر دشئے واسناؤں کے پیچھے دوڑتا ہے۔ تجھے تو جو کچھ کم و زیادہ میسر ہوتا۔ اسی میں سنتوش کرتا۔ اور دُنیا سے تیرے ساتھ جو بھی سلوک ہوتا۔ تو اس کو درگذر کرتا۔ اور کیول اپنے دل کو جھوٹے فریبوں سے صاف کرتا۔ یہی مناسب اور واجب تھا۔ مگر جونہی چاند جیسے چہرہ والا ساقی (شراب پلانے والا) لال سُرخ خالص شراب۔ دل لبھانے والا راگی اور راگ کے الاپ۔ سوریہ کے سمان روشن چہرے والا نیز طرار معشوق۔ ناز و نخرے والا۔ دین کو غارت کرنے والا۔ دل کو چھین لے جانے والا پیارا جب بھی تیرے سامنے آئیں گے تو ایکدم ان کو اپنی گود میں لینے کے لئے بیتاب ہو گا۔ اور اسی کے پھل سوروپ میٹھے کڑوے شربت چکھیگا۔

یہ نقشہ بالکل ہم دُنیا دار لوگوں کے جیون کا ہے کہ کس طرح بار بار توبہ کرتے ہیں۔ اور دل میں اقرار کرتے ہیں۔ کہ پاپ کرم نہیں کریں گے۔ لیکن سمے بیت جانے پر پرمادوش پھر دشئے واسناؤں کے چکر میں پھنس کر غلط کام کرتے ہیں۔ جس کا پھل یہ ہوتا ہے کہ دُکھ سُکھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسی کو کڑوے میٹھے شربت چکھنا کہا گیا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنے انتہ کرن کی شدھی کیلئے یتن کریں۔ جس کو شاہ صاحب دل کا جھوٹ فریب چترائی اور خواہش سے پاک کرنا کہتے ہیں۔ واسنا کا مَل دوش ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے۔

مثنوی ؎ گر شود موجود اسباب طرب۔ صرف بیباکی کنی اوقات شب
ور نباشد این میسر اے گدا۔ تا سحر باشی دریں غم مبتلا
گر نیابی دست خونِ دل خوری۔ عصمتِ بی بی بود بے چادری
چوں نداری شرم اے پیماں شکن۔ باز مے خواہی مرادِ خویشتن
عمر با خامئے طبع سر مے زنی۔ بلکہ از ابلیس ملعونِ کمتری
نفس بد کردار تو چوں سگ پلید۔ دست ایمانت بدنداں پس گزید
شہوتِ خواب و خورش داری مدام۔ از عبادت کاہلی و ناتمام
جہل خر داری اے بیہودہ گرد۔ آنچہ تو کردی گہی شیطاں نہ کرد

شبد ارتھ:۔ اگر خوشی کا سامان موجود ہو۔ تو رات کے وقتوں کو لاپرواہی سے خرچ کرتا ہے اور اے گداگر۔ اگر یہ چیزیں تجھے حاصل نہ ہوں۔ تو صبح تک اسی غم میں مبتلا رہے۔ اگر ہاتھ نہ آئے تو دل کا خون کھائے۔ سچ ہے بی بی کی پاکدامنی چادر نہ ہونیکی وجہ سے ہے۔ اے عہد و پیمان توڑنے والے تجھے شرم کیوں نہیں آتی۔ پھر اپنی مُراد پوری کرنا چاہتا ہے۔ تو ساری عمر کچی طبیعت کے کارن ساری عمر سر پٹکتا پھرتا ہے بلکہ لعنتی شیطان سے کمتر ہے۔ تیرا بدکار نفس کُتے کی طرح ناپاک ہے اس نے تیرے ایمان کے ہاتھ کو اپنے دانتوں سے کاٹا ہے تو ہمیشہ شہوت (کام) کھانا اور سونا ہی پر یہ رکھتا ہے۔ ریاضت میں تو سُست اور نامکمل (یا ادھورہ) ہے اے بیہودہ پھرنے والے آوارہ گرد۔ تو گدھے کی طرح جاہل اگیانی ہے۔ جو کچھ تو نے کیا ہے۔ وہ تو

شیطان نے بھی کبھی نہیں کیا۔

بھاوارتھ:۔ وشئے واسناؤں میں لولیتا کے کارن یہ جیو اگر اس کو دُنیاوی خوشی کے سامان از قسم دھن شراب راگ رنگ وغیرہ مل جاویں تو یہ ساری ساری رات بڑی لاپرواہی سے عیش پرستی میں گزار دیتا ہے جیسا کہ آجکل عام طور پر کلبوں میں ہو رہا ہے اور اگر یہ سامان موجود نہ ہوں۔ تو دوسروں کو عیش میں غرق دیکھ کر اُسے بہت ایرشا اور غم ہوتا ہے اسطرح خواہ کوئی گرہستی ہو یا ورکتی وہ رات کو بجائے پربھو سمرن کے اسی ایرشا اور دویش میں بِتا دیتا ہے۔ جن کو یہ سُکھ مُیسّر نہیں ہوتے وہ آئیں بھر بیٹھتے رہتے ہیں اور خواہ مخواہ اپنا خونِ جگر پیتے ہیں۔ باہر سے دکھاوے کیلئے خواہ اُنہوں نے فقیری یا مہاتما کا لباس پہن رکھا ہے لیکن ان کے اندر کی دشا کچھ اس قسم کی ہوتی ہے۔ جب تک وہ اپنا آپ سادھنا کی بھٹی میں قربان نہیں کرتے۔ ایسے فقیروں سے شاہ صاحب کہتے ہیں اے فقیر۔ تمہاری یہ فقیری تو اس طرح کی ہے جیسے کسی استری کے پاس چادر نہ ہو۔ تو وہ پاکدامن سمجھی جاوے۔ چادر ہونے سے تو داغ وغیرہ لگ جاتے ہیں اور داغدار جیون کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں۔ اے خدا کے ساتھ کئے اقرار کو توڑنے والے درویش۔ تجھے شرم کیوں نہیں آتی۔ شکل مومناں کرتوت کافراں۔ خدا تو ہمہ داں سروگیہ ہے۔ اس کی ہزاروں آنکھیں ہیں۔ ہزاروں لمبے ہاتھ ہیں۔ وہ سب جانتا ہے تو اپنی مند کرنی پر شرمندہ ہونے کی بجائے اپنی دیگر مُرادیں۔ پوری کرنا چاہتا ہے۔ تو اگیانی ہے ٹھیک جانتا نہیں۔ تجھے کوئی زندگی کا تجربہ

نہیں اور مرشد نے جو ہدایت دی ہے ان کے احکام کی پیروی میں لاپرواہی کر رہا ہے اسی کچے پن کے کارن تو در بدر بھٹک رہا ہے۔ تو شانتی اور سکون کے گھر میں پرویش نہیں پا سکتا۔ تیری ساری کارروائیاں لعنتی شیطان سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ تیرا بدکار نفس کتے کی طرح اپوتر اور اشدھ ہے اس نے تیرے ایمان کے ہاتھ کو کاٹ کھایا ہے۔ اد تقات تیرا من پاپ کرموں میں لگا ہوا ہے اس طرح یہ اشدھ اور ناپاک ہے یہ تجھے دھرم کے کاموں میں پرورت ہونے نہیں دیتا۔ تیری شردھا اور وشواس کو کھا رہا ہے۔ یہی ایمان کے ہاتھ کو کاٹتا ہے۔

تو ساری عمر کھانے پینے اور بچے پیدا کرنے میں ہی لگا رہا ہے۔ اب تک تجھے یہی پرتیت ہے۔ بھائی۔ کپڑے مکوڑے چرند پرند سبھی جانداروں میں یہ باتیں تو ایک جیسی ہیں۔ تیرے مانو ہونے کا کیا لابھ ہوا۔ مانو شریر کی وششٹتا کو پہچانو۔ تو انسان ہے تجھے تو اپنے مالک کو جاننا اور پہچاننا تھا۔ لیکن تپ بھجن بندگی میں تو بہت سست ہے۔ نامکمل ہے کسی کام کو پورا نہیں کر پاتا۔ اے بیہودہ آوارہ گرد سادھو۔ تو گدھے کی طرح موڑھ اگیانی ہے اور جو کچھ تو اس وقت کر رہا ہے وہ تو شیطان نے بھی کبھی نہیں کیا۔ تو نے فقیری کو کیول پیٹ پالن کا دھندہ بنا رکھا ہے اور مانو سماج کے اندر فریب اور جھوٹ کا پرچار کر رہا ہے اور اپنے آپ کو بھی دھوکہ میں رکھ رہا ہے روزِ قیامت سے ڈر۔ خدا کے دربار میں حاضر ہو کر کیا جواب دو گے۔

مثنوی

یافت تعلیم از تو شیطان مکر و ریو۔ از تو آموزند بازی طفل و دیو

مکر و تلبیس از تو شیطان مے خورد۔ ہر زماں صد بستہ بستہ مے برد
نفس کافر تا بود ہمراہ تو۔ آتش دوزخ بود جاں کاہ تو
بہ قسمت مردار داری در نوشت۔ سگ صفت زاں داری اے آدم سرشت
بہر لقمہ اے سگ مردار خو۔ مے دوی صحرا بصحرا کو بہ کو
خوار میگردی زبہر آب و نان۔ در پے سگ تا بکے باشی دواں
ہمرہاں رفتند بیکس ماندہ۔ ہمچو لنگ لنگ واپس ماندہ
فکر رفتن کن کہ مے آید پلنگ۔ تا بکے بہ نشینی اے مغلوب لنگ
شبد ارتھ:۔ شیطان نے تجھ سے مکر و فریب کی تعلیم پائی۔ لڑکے
اور دیو تجھ سے بازی سیکھتے ہیں۔ تجھ سے شیطان بھی مکر و فریب کھاتا
ہے۔ ہر وقت مکر و فریب کے سو سو بستے باندھ کر لے جاتا ہے کافر نفس
جب تک تیرا ہمراہ و ساتھی رہیگا۔ دوزخ کی آگ تیری جان کو جلاتی رہیگی
تیری تقدیر میں حرام مردار لکھا ہے۔ اے آدم کی اولاد۔ اسی کارن تو
کتے کی صفت رکھتا ہے اے مردار کھانے والے کتے۔ لقمہ کیلئے جنگل جنگل
اور کوچہ کوچہ دوڑتا پھرتا ہے۔ روٹی اور پانی کیلئے ذلیل و خوار پھرتا ہے کب
تک تو کتے کے پیچھے دوڑتا رہے گا۔ ساتھی چلے گئے اور تو اکیلا رہ گیا۔
لنگڑے لولے کی طرح تو عاجز رہ گیا ہے تو اب چلنے کی فکر کر۔ کہ ابھی چیتا
آتا ہے اے عاجز لنگڑے۔ تو کب تک یہاں بیٹھا رہے گا۔
بھاوارتھ:۔ شاہ صاحب ان فقیروں کو مبیود دھن کر کے اپدیش کر

رہے ہیں۔ جو کیول پیٹ پالن کیلئے بھیکھ دھارن کر کے در بدر گھومتے پھرتے
ہیں۔ جن کی نہ کرنی ہے نہ رہنی ہے۔ وہ کیول کتھنی سے کام چلاتے ہیں
ریاضت اور بندگی۔ تپ اور بھجن ان سے نہیں بنتا۔ وہ صرف دُنیا داروں
کو ڈرا کر اور روچک باتیں بنا کر ٹھگتے ہیں۔ روٹی کپڑا روپیہ پیسہ وصول کرتے
ہیں۔ اور اس طرح کھانے پینے اور موج کرتے ہیں ہی وہ فقیری مان بیٹھے
ہیں۔ نہ گورو کا ڈر نہ خُدا کا خوف۔ ایسے ہی لوگوں سے انہوں نے کہا تھا
کہ تُم نے وہ کام کئے ہیں کہ شیطان کو بھی دیکھ کر شرم آجائے۔ ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ تم شیطان کے بھی گورو ہو۔ مکر و فریب کی تعلیم شیطان نے تم سے
پائی ہے اور شرارتی لڑکے اور دیا سے رہت دانو اور راکشس لوگوں نے
تجھ سے ہی چترائی کا کھیل سیکھا ہے مکر اور جھوٹ کی خوراک شیطان تجھی
سے لیکر کھاتا ہے۔ ہر وقت وہ سو سو ہنڈل جھوٹ اور فریب کے باندھ کرے جاتا
ہے۔ یاد رکھ جب تک یہ بے ایمان نفس تیرا ساتھی ہے۔ تجھے یہ نرک کی اگنی
میں جلائیگا۔ تو ضرور نرک کا بھاگی ہوگا۔ پرماتما کبھی تجھ پر خوش نہیں ہو
سکتا۔ تیرے پاپ کرموں کا جب نیائے ہوگا۔ اس وقت تو رُوئے گا۔ تو آدمی
ہے۔ حضرت آدم کی اولاد ہے۔ لیکن اپنے میں تو کُتّے جیسی عادت رکھتا ہے
دوسروں کی کمائی پر تیری نظر ہے۔ اسی واسطے تیری قسمت میں مُردار مرے
ہوئے جانوروں کا حرام ماس کھانا لکھا ہے۔ دوسروں کا جوٹھا کھاتا ہے۔
اپنے ہم جنسوں سے ایرشا اور دویش کرتا ہے۔ چونکہ تو حق حلال کی کمائی کا
ان نہیں کھاتا۔ اس لئے جو بھی کھاتا ہے وہ حرام ہے۔ اس طرح تو مردار کھانے

والا کُتّا ہے۔ اور ساری عُمر صحرا بہ صحرا اور گھر گھر روٹی کیلئے چکر کھانا پھرتا ہے
بھائی صاحب کب تک روٹی پانی کیلئے کتوں کی طرح دوڑتے رہوگے اپنے کو
ذلیل اور رسوا کروگے۔ کچھ تو خیال کرو۔ اس جسم کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ کیا پتہ
کس وقت مرنیو اجاوے تیرے سب ساتھی تو آگے چلے گئے ہیں۔ تو بیچارہ
یہاں رہ گیا ہے۔ لُولہا لنگڑا ہوکر عاجز بن کر رہ رہا ہے۔ موت کو یاد رکھ
یہاں سے چلنے کا فکر کر کیونکہ یہاں سے جانا بہت ضروری ہے یہاں کوئی نہیں
رہ سکتا۔ کیا پتہ ابھی موت کا چیتا پرگٹ ہوجائے اور تجھے چیر پھاڑ دے۔
کب تک اس طرح عاجز اور لنگڑا بن کر بیٹھیگا۔ تُو نے تو پرماتما کا آسرا گرہن
کرنا بھی نہیں سیکھا۔ قیامت کے روز خُدا کو کیا جواب دیگا۔ ذرا سوچ۔

مثنوی
خواب چوں آید ترا اے بے حیا۔ چوں پلنگ مرگ داری در قفا
کاش کز بہرِ عدم خیز د نہنگ۔ تا قیامت خفتی اندر گور تنگ
تا ترا فرصت بود کارے بساز۔ اسپ تازی زین کن وبازی بباز
رو کہ در ملک بقا سلطاں شوی۔ ناظر و منظورِ آں جاناں شوی
عاشقاں را تاج شاہی بر سر است۔ ساقی ہر دم بالبالب ساغر ست
ہر کہ از کیدِ نفس خویش رُست۔ عاقبت بر کرسیٔ مقصد نشست
اے شرف بشنیدہ سالک چہ گفت۔ گریہ کرد وایں بیت با سوز گفت
چشم بند و گوش بندو لب بہ بند۔ گو نہ بینی سرحق بر ما بخند

شبدارتھ۔ اے بے حیا۔ تجھے نیند کیسے آتی ہے جبکہ موت کا چیتا

تیرے پیچھے لگا ہُوا ہے۔ کاش تجھے ختم کرنے کیلئے چیتا اُٹھیگا اور قیامت تک تُو تنگ قبر میں سوتا رہے گا۔ جب تک تجھے فرصت ہے۔ کوئی کام بنا لے۔ عربی گھوڑے پر زین کس اور بازی جیت لے۔ جانا کہ زندگی کے ملک میں بادشاہ ہو گا۔ اس معشوق کا تو ناظر اور منظور بنیگا۔ عاشقوں کے سر پر شاہی تاج ہے ساقی ہر دم لبالب بھرا ہوا پیالہ لئے کھڑا ہے جو کوئی اپنے نفس امارہ کے مکر سے آزاد ہو گیا۔ وہ آخرت میں مقصد کی کرسی پر بیٹھیگا اے شرف تو نے سُنا ہے کہ سالک نے کیا کہا۔ رویا اور بڑے سوز کے ساتھ یہ بیت کہا آنکھ بند کر۔ کان بند کر اور لب بند کر۔ پھر بھی اگر خدا کا راز نہ پائے تو ہم پر ہنس۔ پھاوا رکھو۔ اے بے شرم۔ تو کس طرح اپنے کو سرگشت مان کر سوتا ہے۔ تجھے نیند کیونکر آتی ہے جس کے پیچھے موت کا چیتا لگا ہوا ہے۔ تو اپنے آپ کو کب تک بچائیگا۔ کیا تجھے ڈر نہیں لگتا۔ افسوس کہ تیری ہستی کو مٹانے کیلئے ابھی چیتا اُٹھیگا۔ اور تیرا کام تمام کر دیگا۔ تیرا نام و نشان مٹا دے گا اور لوگ تجھے دفنا دیں گے۔ اور تو قیامت تک تنگ اور تاریک قبر میں سوتا رہیگا۔ پیارے ابھی تجھے فرصت ہے زندگی کے جتنے دن باقی ہیں۔ اُنہیں خدا کی طرف سے نعمت سمجھو اور جلدی جلدی پرشارتھ کر کے اپنا کام بنا لو۔ ارتقات جیون کا لکشیہ پراپت کر لو۔ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آئیگا۔ جس طرح اگر کسی کو دُور دراز کی منزل طے کرنی ہو تو وہ گھوڑے پر زین کس کر سوار ہوتا ہے اور جلد از جلد اپنی منزل پر پہنچنے کا یتن کرتا ہے۔ اسی طرح تُو بھی اپنے مرشد کے بتلائے ہوئے راستہ پر کمر کس کر

سوار ہو جا اور ہاری ہوئی بازی جیت لے تاکہ جب تو پرلوک میں جائیگا
تو وہاں بادشاہ بنایا جائیگا اور خدا جو سب کا پریتم ہے اس کے کبھی تم
عاشق اور کبھی معشوق بن کر کھیلو۔ ایشور کے جو سچے عاشق ہوتے ہیں۔
ان کے سر پر شاہی تاج ہوتا ہے اور ان کے سامنے سچا مالک پیالے
لبالب بھر کر حاضر رہتا ہے۔ جس سچے فقیر نے اپنے آپ کو نفس کے مکرو فریب
سے آزاد کر لیا۔ وہ انت میں اپنے لکشیہ کو پاتا ہے اُسے نیتیہ جیون ملتا ہے
اے بزرگ تو نے سُنا نہیں کہ سالک (گورمکھ) نے کیا کہا ہے جب اُس
نے یہ بیت یا دوہا اُچارن کیا۔ دل کے سوز کے ساتھ بھاوک ہو کر وہ رو پڑا
اور یوں گویا ہوا کہ آنکھ کان اور ہونٹ بند کر دو یعنی باہر مکھتا کا تیاگ
کر کے انتر مکھ ہو جاؤ۔ اندر دیکھو۔ اندر سُنو اور اندر ہی ست نام کا سمرن کرو
اگر ایسا کرنے سے تجھے پرماتما کی پراپتی نہ ہو تو ہم پر مذاق اُڑانا اور ہنسنا۔
اوقات تم ضرور پرماتما کے بھید جان جاؤ گے۔

مثنوی

زہد و تقوے انیست اے اہلِ جنوں۔ بہر شہرت میکنی خود را نگوں
سر کنی پائیں و بالا پا کُنی۔ از ریاضت خلق را شیدا کُنی
ہمچو مجنوں عشق داری در مجاز۔ ہمچو لیلےٰ ازرخ نمائی در نیاز
گاہ چوں شیریں کُنی خونِ بجگر۔ گہ زنی چوں کوہکن تیشہ بسر
اے حقیقت دان گذر از مجاز۔ چند باشی در مقام حرص و آز
چند بینی لالہ و نسریں و ورد۔ چند بینی رنگ سرخ و سبز زرد

چند در کثرت نمائی خویش را۔ یک زماں در خانۂ وحدت بیا
آشنا شو آنچناں از یار خویش۔ تا کہ خود را گم کنی از کار خویش

شبدارتھ:۔ اے دیوانے۔ زہد اور پرہیزگاری یہ ہے کہ تو شہرت کیلئے اپنے آپ کو نیچے گرا رہا ہے۔ سر نیچے کرے اور پاؤں اوپر کرے۔ اس طرح لوگوں کو اپنی ریاضت دکھا کر اپنے اوپر شیدا کرتا ہے مجنوں کی طرح تو بھی عشق مجازی رکھتا ہے اور لیلےٰ کی طرح اخلاص کا چہرہ دکھلاتا ہے۔ کبھی تو شیریں کی طرح خونِ جگر پیتا ہے اور کبھی فرہاد کی طرح سر پر تیشہ مارتا ہے اے محقق۔ تو مجاز سے اوپر اُٹھ کب تک حرص اور لالچ کے مقام پہ رہیگا۔ کب تک لالہ سیوتی اور گلاب چُنتا رہے گا۔ کب تک سُرخ سبز اور زرد رنگ دیکھیگا۔ کب تک اپنے آپ کو کثرت میں دکھائیگا۔ ایکدم وحدت کے گھر میں آجا۔ اپنے یار سے اس طرح آشنا بن کہ اپنے کام سے خود کو گم کردے۔

بھاوارتھ:۔ او مورکھ۔ تو نے فقیری کو کیا سمجھا ہے۔ شوچ اور نیم ساد ھو کا بھوشن ہے زہد اور پرہیزگاری سے فقیر شوبھا پاتا ہے۔ تو اپنی مان بڑائی چاہتا ہے اور اس کیلئے جس ڈھنگ سے شہرت ہو سکے وہ اختیار کرکے دوسروں کی نظروں میں اپنے کو گرا رہا ہے اس کو پرہیزگاری اور پاکیزگی نہیں کہتے۔ تو لوگوں کو دکھلانا چاہتا ہے کہ میں بہت ریاضت وتپ کرتا ہوں بھجن بندگی میں سمے دیتا ہوں اور دُنیا کو اپنے پیچھے لگانے کے لئے سیس آسن کرتا ہے سر نیچے اور پاؤں اوپر کرکے کئی گھنٹے کھڑا رہتا ہے جس طرح مجنوں

بھی عاشق تھا لیکن اس کا عشق مجازی تھا۔ دُنیا کی ایک وستو لیلےٰ پر وہ عاشق تھا وہ خُدا کا سچا عاشق نہیں تھا۔ اسی طرح تو بھی مجازی عاشق ہے اور لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اپنا خلوص بھرا چہرہ دکھلاتا ہے کبھی شیریں کی طرح جگر کا خُون پیتا ہے اور کبھی اس کے عاشق فرہاد کی طرح اپنے سر پر تیشہ مارتا ہے۔ یہ سب اس لیئے کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ عشق مجازی میں پھنسا ہوا ہے۔ تو مایا کا پریمی ہے مایا پتی کا نہیں۔ مایا کے پریمیوں کی لیلا کچھ اس پرکار کی ہوتی ہے اسے محقق۔ حقیقت اور گیان کے جاننے والے تو مایا سے اوپر اُٹھو۔ مجاز سے دُور رہو۔ حقیقت کی کھوج کرو۔ کب تک واسنا اور لوبھ کے چکر میں پڑے رہو گے۔ کب تک لالہ سیوتی اور گلاب کے لال سبز اور زرد رنگ کے پھُول چُنتے رہو گے۔ اور رنگوں سے موہت ہو گے۔ اپنے آپ کو کب تک انیکتا اور نانا تو میں پھنسائے رہو گے ست ایک ہے ادوتیہ ہے "ایکمیوادوتیم" "نیہہ نانا سنتی کنچن" اس میں کثرت (انیکتا) کنچن ماتر بھی نہیں ہے۔ پرتیت ہونے والی یہ انیکتا کیول تمہاری کلپنا ماتر ہے۔ اپنے ہی سنکلپ کے پیچھے کیوں مارے مارے پھرتے ہو۔ سوپن کی انیکتا کی طرح یہ جاگرت کی انیکتا بھی اسدت اور مصفیا ہے۔ اس طرح جلدی وچار کرو۔ اور یکی ایکتا کے گھر میں آجاؤ۔ انیکتا کی کلپنا کا ایکدم پوری تیاگ کرو۔ جب تم ایکتا کے گھر میں پرویش پاؤ گے۔ تو اپنے سچے پریتم سے تمہاری دوستی اور آشنائی ایسی پکّی ہو گی۔ کہ ہر پرکار کا بھید بھاو سماپت ہو کر دونوں میں پورن ایکتا ستھاپت ہو جائیگی من تو شدم۔ تو من شدی والا معاملہ ہو گا۔ جب ایسی براہمی استھتی پراپت

ہو گی۔ تب تمہارا اپنا آپ پُورن رُوپ سے پرماتما کے سروپ میں جو تمہارا ہی رنج رُوپ ہے۔ لین ہو جائیگا۔

مثنوی ۔ تا توئی کے یار گردد یار تو ۔ چوں نباشی یار باشد یارِ تو
یا رب از سودائے خود دل ریش دار ۔ زندہ را مردہ بعشق خویش دار
آنچناں با خود بگرداں آشنا ۔ تا نگردم یک زماں از تو جُدا
سوئے خویشتن بر کہ راہ گم کردہ ایم ۔ زندہ جاوید گرداں مردہ ایم
زندہ گرداں ایں دل پژمردہ را ۔ زندہ کُن با عشق جاناں مردہ را
ہر دلے کز عشق جانے یافتہ ۔ تا ابد رُوحِ روانی یافتہ
بر دلے ہر کس کہ نورِ عشق تافت ۔ خویش را با جانِ جاناں زندہ یافت
اے خوش آں دل عشق بروے نقش بست ۔ خاتم دل کند ورد ہے نقش بست

شبدارتھ ۔ جب تک تو ہے۔ یار تیرا یار کیسے ہو گا۔ جب تو نہ رہیگا۔ تب یار تیرا یار ہو گا۔ اے خدا۔ اپنے عشق سے دل کو زخمی کر۔ زندہ کو اپنے عشق سے مُردہ رکھ۔ اپنے ساتھ ایسا آشنا کر۔ کہ ایکدم کیلئے بھی تجھ سے جُدا نہ ہوں مجھے اپنی طرف لے چل۔ میں راستہ بھول گیا ہوں۔ مجھے دائمی زندگی (نتیہ کا جیون) بخش میں مُردہ ہوں۔ اس مُرجھائے ہوئے دل کو زندہ کر دے۔ جس دل نے عشق سے جان پائی ہے۔ ابد تک ہمیشہ کیلئے زندگی یا روح رواں پائی ہے جس کے دل پر عشق کا نور چمکا۔ اس نے اپنے کو محبوب کی جان سے زندہ پایا۔ کیا کہنے اس دل کے جس پر عشق نے نقش باندھا۔ اور نقش باندھ کر اس دل کو زینت بخشی۔

بھاوارتھ:۔ اے فقیر۔ جب تک تو اپنے آپ کو ذات خدا میں مٹا نہیں دیتا۔ تجھے اللہ کا وصال نہیں مل سکتا۔ سب سے پہلے گورو مرشد کے حکم میں اپنے کو فنا کرنا ہوگا۔ اگر اس پرکار تو جیتے جی مر جائے تو یقیناً فنا فی الشیخ ہو کر تو فنا فی اللہ ہو گا۔ اس لئے یاد رکھ جب تک تو ذات پرماتما سے بھن اپنے کو کچھ مان رہا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ تو جیو یا بندہ کے رُوپ میں سمجھتا ہے اس وقت تک تیری دوستی یار پیارے کے ساتھ نہیں بن سکتی۔ جب تُو نہیں رہیگا۔ یعنی پرماتما کے سرُوپ میں لین ہو جائیگا۔ ارتھات اپنی جزوی خودی کو کُلیت میں ختم کر دے گا۔ تجھے پرماتما سے الگ اپنی بھِن سَتّا کا احساس نہیں رہیگا۔ اُس وقت پرماتما تیرا سچا یار ہو گا۔ ارتھات تجھے آتما کا ساکشاتکار پراپت ہو گا۔ سچے عاشق پرماتما سے سدا پرارتھنا کرتے ہیں۔ کہ اے مالک اپنے سچے پریم سے ہمارے دل میں وصال کی تڑپ پیدا کریں جو اس وقت اپنے کو زندہ سمجھ رہا ہوں۔ تیرے پیار میں اپنے آپ کو فنا کر دوں۔ میں تجھی میں لین ہو جاؤں۔ "مجھ زندہ کو اپنے عشق سے مُردہ بنا دے" کا یہی مطلب ہے۔ ہماری دوستی ایسی یکتائی میں بدل جاوے۔ تاکہ ایک پلک کیلئے بھی میں تجھ سے جُدا نہ رہوں۔ میں راہ بھُولا مسافر ہوں۔ مجھے اپنے نج گھر کا راستہ بھُول گیا ہے۔ اے پرم پِتا اپنے پاس بُلا لے۔ میں اس شریر میں مُردہ ہوں۔ تم سے جُدا ہو کر آواگون میں پڑا ہُوا مُردہ ہوں۔ مجھے نتیہ کا جیون دیدے تاکہ میں جنم مرن سے آزاد ہو جاؤں۔ میرے مُرجھائے ہوئے دل کو نئی زندگی دیدے۔ اور مجھ مردہ کو اپنا ذاتی پیار دے کر زندہ کر دے۔ جس دل کو پربھو پریم سے ایک نیا جیون ایک نئی رُوح ملی ہے۔ وہ

ہمیشہ کیلئے زندہ ہو گیا۔ پیار میں ہی وہ طاقت ہے جو پریمی اور پریتم کو ایکتا کے سوت میں باندھ دیتا ہے۔ ارتھات دونوں کو ایک کر دیتا ہے۔ اس واسطے جس کے دل میں پرماتما کا سچا پیار اُتپن ہو جاتا ہے وہی پرماتما کے سروپ میں ملکر ابدی زندگی یا نتیہ کا جیون پراپت کر لیتا ہے وہ دل بھی کیا خوش قسمت ہے۔ بھاگیہ شالی ہے جس میں پربھو کے پریم نے اپنی چھاپ لگا دی اور وہ اس چھاپ سے اتنا سُندر ہو گیا۔ کہ پربھو سوئم اس دل پر عاشق ہو کر اس کے پیچھے پیچھے پھرنے اور بلائیں لینے لگا۔ بقول کبیر صاحب ؎

من ایسو نرمل بھیو جیسے گنگا نیر ؛ پاچھے پاچھے ہر پھرت کہت کبیر کبیر

مثنوی ؎ دل کہ بر دلبر رسد از ساز عشق۔ جان کہ بر جاناں دہد آوازِ عشق
دِلربا از دلبری عشقت دہد۔ عشق کو تا جامۂ ہستی دہد
عشق کو بے بال و پر طیراں کند۔ عشق کو در لامکاں جولاں کند
عشق کو تا تاج سلطانی نہد۔ عشق کہ او ملک سلیمانی دہد
عشق کو تا چشم دل بینا کند۔ عشق کو تا سینہ پُر سودا کند
عشق کو تا عقل را زائل کند۔ عشق کو تا دل را کامل کند
عشق کو تا جام مدہوشی دہد۔ عشق باید تا فراموشی دہد
عشق دِہ تا بے خبر سازد مرا۔ یا وہ گوئے پا و سر سازد مرا

شبدارتھ:۔ دل وہی ہے جو عشق کے ساز سے دلبر تک جا پہنچے جان

وہی ہے جو محبوب کے پاس جا کر عشق کو آواز دے۔ دلربا دلبری سے سمجھے عشق دے گا۔ اور عشق وہ ہے جو ہستی کا جامہ دے۔ عشق وہ ہے جو بغیر بال وپر کے اُڑا دے۔ عشق وہ ہے۔ جو لامکاں میں دوڑ لگائے۔ عشق وہ ہے جو شاہی تاج پہنا دے۔ عشق وہ ہے جو ملک سلیمانی دیدے۔ عشق وہ ہے جو دل کی آنکھ روشن کرے۔ عشق وہ ہے جو دل کو کامل بنا دے۔ عشق وہ ہے۔ جو مدہوشی کا جام پلائے۔ عشق چاہے کہ خود فراموشی دیوے یا الہی عشق دے تاکہ وہ مجھے بے خبر بنا دے اور مجھے دیوانہ پاگل سر پیر کے بغیر کر دے۔

بھاوارتھ:۔ وہ دل دل نہیں ہے۔ جس میں دلبر کی یاد نہیں آئی۔ دل وہی صاف ہے جس میں اپنے مول سروپ پریتم پیارے کا پریم جاگرت ہو گیا ہے۔ اور جس کی پریتی کی سمرتی بنی ہوئی ہے اور جس کا آپا پریتم کے اندر گم ہو گیا ہے۔ جس نے پریم کے دوارہ پریتم کو پایا ہے جان بلی وہی ہے جو پریتم کے در پر جا کر پریم کے نعرے لگاتی ہے پریتم پریم پاتر ہونے کے ناطے تجھے پریم کی بخشش دیتا ہے اور پریم تجھے جیون دیتا ہے۔ پریمی عاشق بے سر و سامان ہوتے ہیں۔ لیکن پریم کے پر انہیں اُڑا کر پریتم کے دیش میں لے جاتے ہیں۔ پریم کی برکت ہے کہ شریر روپی مکان میں نواس کرتے ہوئے ہم لامکاں یعنی نردیہہ اوستھا میں اُڑان لگاتے ہیں پریم کی بدولت ہم بندہ سے خدا ہوتے ہیں۔ جب اپنے پریتم کے ساتھ مل کر ایک روپ ہوتے ہیں تو ہم خود ہی وہی روپ ہوتے مالک کل جہاں سدھ ہوتے ہیں۔ یہی سر پر بادشاہی تاج رکھنا ہے اور جس طرح حضرت سلیمان کو عالمگیر بادشاہ مانا جاتا ہے۔ اس کا تخت پریاں اُڑا کر لے جاتی تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ

کیول منشوں کا ہی راجہ نہیں تھا۔ بلکہ چاروں کھانی کے جیووں پر اس کی حکومت تھی یہی اس کی دوسرے بادشاہوں پر بڑائی ہے۔ سلیمان کے ملک سے مراد ہر دو جہان اور کون و مکان سے ہے۔ پریم کے سمبندھ [illegible] ہم پریتم سے مل جاتے ہیں۔ تو ملک سلیمان سے زیادہ پراپتی ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ سب پریم کی مہما ہے۔

یہ پریم ہی ہے جس سے دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ یا جو دویہ چکشو پردان کرتا ہے جس سے منش دور درشٹا اور دور شروتا ہو جاتا ہے اور یہ پریم ہی ہے جو ہمارے سینے کے اندر پریتم کے لئے تیبر لگن پیدا کرتا ہے جو بعد میں برہا کا روپ لے لیتی ہے۔ اور سودا اور جنون کی شکل اختیار کرتی ہے جس سے عاشق پریمی دیوانہ وار پریمی کے ملن کیلئے تڑپتا ہے۔ اور چھٹپٹاتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جو انسانی عقل کو پنگو بنا دیتا ہے۔ پریم کے سامراجیہ میں بدھی اور عقل کا پرویش ورجت ہے۔ ہاں پریتم سے مل کر پھر وہی بدھی عقل یا مہتتو کا روپ اپنا لیتی ہے یہی عقل کا کامل بنانا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جس سے دل پورن ہوتا ہے ساری قیدیں توڑ دیتا ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں رہتی۔ یہ عشق ہی ہے جو ایک پیالے سے عاشق کو مدہوش اور بے خود بناتا ہے۔ خود فراموشی کیلئے پریم کی آتی اوشکتا ہے پریم سے منش دیہہ ابھمان سے غلامی پاتا ہے۔ اور اپنے نج سروپ میں پرویش کرتا ہے۔ اس لئے اے پرماتما۔ مجھے پریم کا دان دو۔ اپنا حقیقی عشق دو۔ جو مجھے اپنے آپ سے بے خبر کر دے اور مجھ کو تیرا دیوانہ اور بے سر و پا مجنوں بنا دے۔

مثنوی میں ہے عشق باید تا دہد جام شراب۔ عشق سازد ساغرے آفتاب

بادۂ عشق از غم جانانہ است۔ ہر کہ خورد از خویشتن بیگانہ است
عشق کو تا حالتِ مستاں دہد۔ عشق کو جام از کفِ جاناں دہد
اے خوش آں مے کہ ہا ند از خودی۔ صاف گرداند از نیکی و بدی
ہیچ میدانی کہ اصل عشق چیست۔ عشق را از حُسنِ جاناں زندگیست
حُسنِ جاناں چوں نظر در خویش کرد۔ گشت شیدا عشق را در پیش کرد
عشق چوں جبرائیل در معراجِ حسن۔ ہر سرِ عاشق نہد صد تاجِ حُسن
عاشق و معشوق گردند ہر دو یک۔ ہم توئی معشوق و عاشق نیست شک

شبدارتھ:۔ عشق چاہیئے۔ کہ شراب کا پیالہ دیدے۔ عشق آفتاب کو شراب کا پیالہ بنا دیتا ہے۔ عشق کی شراب کا مطلب محبوب کا غم ہے جس نے یہ شراب پی۔ وہ خودی سے بیگانہ ہوا ہے عشق وہ ہے جو مستوں کی حالت دیدے۔ عشق وہ ہے۔ جو محبوب کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ دے وہ شراب بھی کیا خوب ہے۔ جو خودی سے رہائی دلا دے اور نیکی بدی دونو سے صاف کر دے۔ تجھے کچھ معلوم ہے کہ عشق کی اصل کیا ہے عشق معشوق کے حسن سے جیون پاتا ہے۔ محبوب کے حسن نے جب اپنے پر نظر کی خود عاشق ہو گیا۔ اور عشق کو پیش کیا۔ جبرائیل کی طرح حسن کے معراج میں عشق عاشق کے سر پہ حسن کے سو تاج رکھتا ہے۔ عاشق اور معشوق دونو ایک ہو جاتے ہیں۔ تو ہی معشوق ہے تو ہی عاشق ہے اس میں ہرگز شک نہیں ہے

بھاوارتھ:۔ صوفی مت میں پربھو پراپتی کا مکھیہ سادھن پریم ہے پریم

یا عشق کی کمائی پہلے گورو (مرشد) سے شروع ہوتی ہے۔ مرشد کے پیار میں جب سادھک اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے اور خود فراموشی کی دشا کو پا لیتا ہے تب وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ نرگن نراکار سروپ اللہ سے پیار کرے۔ اسی پیار کے نشے میں چور ہو کر پرماتم سروپ میں غرق ہو جاتا ہے صوفیوں کی بھاشا میں شراب کا مطلب پربھو پریم ہے۔ شراب کی طرح منش پریم سے بھی بے خود ہو جاتا ہے۔ اس کا اپنا آپ یا خودی کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔ تب وہ خدا شناسی کی منزل کو پاتا ہوا کہا جاتا ہے اور پورا فقیر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے صوفی فقیروں کی بانیوں اور اپدیشوں میں عشق۔ جام شراب کا چرچا زیادہ رہتا ہے عشق سے مطلب پربھو پریم اور شراب کے پیالے سے مطلب نام خماری سے ہے جیسے گورو نانک دیو جی نے کہا ہے۔ نام خماری نانکا چڑھی رہے دن رات

پریتم کی جدائی کا جو درد دم ہے اور ملن کی تیبرتا اور برہا کی تڑپ یہی عشق کی شراب ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ پربھو پریم کی ضرورت ہے تاکہ پیارے کی میٹھی یاد ہمیں وہ نشہ دلا دے۔ جس سے ہم بے خود ہو جائیں اور ہماری خودی مالک کے چرنوں میں گم ہو جاوے۔ بس یہی شراب کا پیالہ دینا ہے۔ اور یہ پریم کی ہی دین ہو سکتی ہے اور یہ بھی پریم ہی کی دات ہے کہ سوریہ دیو بھی ہمارے واسطے جام شراب بن جاتے ہیں۔ ان کی روشنی اور چمک کو دیکھ کر ہم اپنے پریتم کے سروپ میں کھو جاتے ہیں۔ سوریہ کے اندر ہمارا پریتم چھپ کر پرکاش کرتا ہے اگر سوریہ کا پردہ ہٹ جائے۔ تو وہ کتنا زیادہ گھنا پرکاش ہوگا۔ اسی لئے ایش اپنشد میں رشی نے سوریہ سے پرارتھنا کی۔ کہ اپنے منہ سے سونے

کی تھالی ہٹا لو۔ تاکہ میں تمہارا درشن کر سکوں۔ جو تم ہو وہی میں ہوں رشی کے لئے سوریہ دلیہ بھی پریم خماری دینے والا پیالہ ہی ہو گیا تھا اے فقیر بادۂ عشق کا مطلب پریتم کا غم ہے دردِ ہجر ہے۔ جو یہ پریم کی شراب پیتا ہے وہ اپنے آپ سے بیگانہ ہو جاتا ہے یعنی بے خودی کی حالت میں چلا جاتا ہے۔ شریر ادھیاس سے پرے ہو جانا ہی بے خودی ہے یہی عشق ہی ہے۔ یہ مستی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اور اپنے پریتم کے ہاتھوں سے پیار کا پیالہ دلواتا ہے وہ شراب کتنی اچھی ہے اس پیار میں کیا برکت ہے جس سے ہم شریر ادھیاس سے مکت ہو جاتے ہیں اپنے کو دیہہ اتیت پاتے ہیں اور نیکی بدی سے پرے ہو جاتے ہیں۔ ارتقات دوند اتیت اوستھا کو پراپت کرتے ہیں جیسے مہاتما ہنگت رام جی نے سمتا ستھتی کہا ہے۔ یہ بھی پیار اور عشق کی دات ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں۔ کہ عشق کس کو کہتے ہیں۔ پریتم کی سندرتا اور پوترتا ہی پریم کا جیون ہے۔ ستیم شوم سندرم۔ ہمارا پریتم ست ہے۔ کلیان سروپ ہے اور سندر ہے۔ پریتم کی سندرتا نے جب اپنی درشٹی سے اپنے کو نہارا تو پریمی بن گیا اور پریم کا تحفہ ہم کو دیا۔ حضرت جبرائیل کی طرح سندرتا کی سرد اُتم دشا میں عاشقوں کے سر پر عشق ہی سندرتا کا تاج رکھتا ہے ارتقات پریمی سوئم کو ہی شو اور سندر انوبھو کرتا ہے۔ جس طرح رام کرشن پرم ہنس پوجا کرتے کرتے پھول کالی پر چڑھانے کی بجائے اپنے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے اس طرح انت میں پریمی اور پریتم دونوں ایک ہو جاتے ہیں اے پریمی سادھک۔ تو ہی عاشق ہے تو ہی معشوق ہے۔ اس میں ذرا بھی

شک نہیں۔

مثنوی اے کہ گشتی واقف از اسرارِ عشق۔ نہ قدم مردانہ اندر کارِ عشق

سر برآور زیر پائے عشق نہ۔ بعد ازاں در ہولئے عشق نہ

عشق بازی نیست کارِ بوالہوس۔ خام طبعاں را بداں ہمچو مگس

گر کنی جاں را تو بر جاناں نثار۔ در عوض یکجاں دہد صد جاں نگار

کشتگانِ عشق را جانِ دگر۔ ہر زماں از غیب احسانِ دگر

ار توانی اے دلاور عشق کوش۔ ایں حکایت را ز عاشق دار گوش

اے خنک جانی کہ خود را باختہ۔ سوختہ خود را و با حق ساختہ

خرم آں کس کہ قمارِ عشق باخت۔ خویش را بسپرد با جاناں بساخت

شبلاتھ :۔ اے کہ تو عشق کے بھید سے واقف ہو گیا۔ عشق کے کام میں مردانہ وار قدم رکھ۔ سر اٹھا اور عشق کے پیر کے نیچے رکھ۔ اس کے بعد عشق کی خواہش کر۔ عشق بازی لالچی دنیا داروں کا کام نہیں۔ خام طبعوں کو مکھی کی مانند جانو۔ اگر تو جان کو جاناں کے اوپر قربان کر دے۔ ایک جان کے بدلے میں معشوق سو جان دے گا۔ عشق کے مقتول کو دوسری نئی جان ملتی ہے۔ ہر وقت غیب سے دوسری برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اے بہادر اگر ہو سکے تو عشق میں کوشش کر اور اس حکایت کو عاشق سے سن۔ اے خنک جاں۔ جس نے اپنے کو عشق میں ہار دیا۔ اپنے آپ کو جلایا۔ اور خدا کے ساتھ مل گیا۔ وہ شخص خوب خوش ہے جس نے عشق کا جوا کھیلا۔

اپنے آپ کو جاناں کے سپرد کر کے جاناں سے بات بنالی۔

بھاوارتھ۔ اے فقیر۔ خدا کے عاشق۔ اب تجھے پتہ لگ گیا ہے کہ عشق کیا ہوتا ہے تو سارے بھیدوں سے واقف ہو گیا ہے یہ پریم کتنی انمول وستو ہے۔ اس کے کتنے لابھ ہیں۔ اس لئے اب جوان مردوں کی طرح پریم کے سمندر میں قدم رکھو۔ اور اپنا جیون سپھل کرو۔ پیشتر اس کے کہ آپ پریم کی بادشاہت میں پرویش پانے کی اچھا کریں۔ آپ کو اپنا اہنکار پریم کے دیوتا کے پاؤں میں بطور بھینٹ پیش کرنا ہوگا۔ کیونکہ جب تک آپ خودی سے ہاتھ نہیں دھو ڈالیں گے۔ پریم جیسی پوتر وستو آپ کو نہیں مل سکیگی۔ اس لئے پہلے اپنا سر عشق کے پاؤں کے نیچے رکھو۔ اور پھر عشق کی خواہش کر۔ یاد رکھو پریم کرنا آسان نہیں۔ یہ تو بہادروں جانبازوں کا کام ہے۔ دُنیا دار موہ مایا میں گرست لالچی لوگ پریم نہیں کر سکتے۔ ایسے لوگوں کو تم مکھی کے سمان جانو۔ وہ کچی طبیعت والے ہیں۔ اگر تم اپنے پریتم پر ایک جان قربان کر دوگے۔ تو تمہارا دلبر تمہیں ایک جان کے بدلے میں سو جان عطا کرے گا۔ جو پریم کی سرکار پر بلیدان دیتے ہیں۔ جن کو پریم کی تلوار مار ڈالتی ہے۔ ان کو نت نئی جان ملتی ہے۔ پرماتما گپت رُوپ سے اُنکا سہائک ہو کر ان کی رکھشا کرتا ہے۔ اس واسطے اے جوانمرد۔ اگر تُو کر سکتا ہے تو پریم کے پردیش میں پرویش پانے کے لئے پورن پرشارتھ کر۔ نیتھا کر اور ایک بات نوٹ کر لے۔ کہ پریم کی اس وارتا کو کسی سچے عاشق سے سُن۔ یعنی کسی جانکار مُرشد سچے ستگورو سے عشق کے راز پراپت کر اور پھر ان پر عمل کرنیکے لئے بہادری سے لگ جاؤ۔

لے کہ تو ٹھنڈے دل والا ہے۔ تو نے اپنے کو پریم کے داؤ پر لگا دیا ہے اپنی خودی کو بھلا کر ارتھات دیہہ ابھیمان سے فارغ ہو کر اپنے پریتم پرم پتا پرمیشور کے ساتھ پریم کا سمبندھ گانٹھ لیا ہے۔ تم بہت ہی خوش قسمت ہو۔ جنہوں نے پریم کا جُوا کھیلا ہے۔ اپنے کو داؤ پر لگا دیا۔ اور اپنی خودی کو ہار کر اپنے کو پریتم کے سپرد کر دیا۔ کتنی سرل ٹیکنیک سے تم نے پریتم کو پا لیا۔ ارتھات پریم کے مارگ پر چلنے والوں کو پریتم کو آتم سمرپن کرنا ہی چاہیئے۔ پریم کی لیلا میں اپنے کو پریتم کے حوالے کر دیں۔ تاکہ پریمی اور پریتم کا کھیل ہی سماپت ہو جائے اور پریم کے ساگر میں کیول پریم کا ہی جے کار ہوتا رہے۔ اوم۔

مثنوی ہمت پروانہ بیں اے بے خبر۔ سوز چوں پروانہ تا یابی خبر
سوختن چوں پروانہ شد ہم رنگ دوست۔ گشت محرم چونکہ زد بر چنگ دوست
در محبت تا نہ سوزی بال و پر۔ کے شوی ہمرنگ آتش سر بسر
سوز چوں پروانہ در جسم قفس۔ تا شوی یا جاں جاناں ہم نفس
زہد و تقویٰ چیست اے عالیجناب۔ بے مراد خود نگشتن کامیاب
یک زماں خوشدل نہ باشی در جہاں۔ وارہی فارغ شوی از این و آں
دل بدست غم چناں داری گرو۔ شاد شے عالم تبر زد نیم جو
دل بود از ہر دو عالم بے نیاز۔ بگذر از روئے حقیقت از مجاز
شبد ارتھ:۔ اے بے خبر۔ پروانے کی ہمت دیکھ۔ پروانے کی طرح جل

تاکہ تُو باخبر ہو جائے۔ جب پروانہ جل گیا اور دوست کے ہم رنگ ہو گیا۔ تب راز دار ہو گیا۔ اور دوست کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ جب تک محبت میں تُو اپنے بال و پر نہ جلا دے۔ پوری طرح آگ سے ہم رنگ کیسے ہو گا شریر کے پنجرے میں پروانہ کی طرح جل۔ تاکہ معشوق کی جان کے ساتھ ہم نفس ہو جاوے۔ اے عالی جناب۔ زہد و تقوےٰ کیا ہے۔ اپنی مرادوں پر کامیاب نہ ہونا۔ دُنیا میں تو ایک دم کیلئے خوش نہیں ہو گا۔ سب کو چھوڑ کر جب تک تو ہر طرح کی دوڑ دھوپ سے فارغ نہیں ہو جائے گا۔ دل کو غم کے ہاتھ میں اس طرح گروی رکھو۔ کہ دُنیا کی خوشی آدھے جَو کے برابر مول نہ رکھے۔ تمہارا دل دونوں جہان سے بے نیاز ہو جاوے۔ حقیقت کے خیال سے مجاز کو چھوڑ دے۔

سمجھا وارتھ۔ اے بے خبر۔ پروانے کے دھیریہ کو دیکھو۔ کہ وہ کس طرح دیپک کی لَو پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور اپنی خودی سے پرے ہو کر دیپک کے پرکاش سے تدروپ ہو جاتا ہے۔ تو بھی پروانہ کی طرح اپنی خودی کو جلا دے۔ تاکہ تو بھید کو جان جائے۔ جب پروانہ جل گیا۔ وہ محبوب کے رنگ والا ہو گیا۔ اس کے پرکاش میں جل کر وہ پرکاش روپ ہو گیا۔ پریم کے راز کو اس نے پا لیا۔ اور محبوب سے دست پنجہ لیا۔ ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اتھوا ایک روپ ہو گیا۔ پریم کی ویدی پر جب تک تو اپنا سروسو سب کچھ قربان نہیں کرے گا پروانے کی طرح اپنے بال و پر نہیں جلائیگا۔ تو اپنے پریتم کے پرکاش کے ساتھ تدروپ کیونکر ہو گا۔ شریر کے پنجرہ میں تو پروانے کی طرح جل جا۔ تاکہ تو پریتم کی جان کے ساتھ ایک روپ ہو جاوے۔ جب تُو خودی سے آزاد ہو جائیگا۔ خدا

سے مل جائیگا۔ اسے ابدر پُرش زہد و تقوے یعنی پرہیزگاری اور شوچ کہا ہے۔
اپنی خواہشات کا پورا نہ کرنا یعنی اپنی واسناؤں کا دمن کرنا۔ واسنا ہی بندھن
ہے نرواسنا ہونا ہی موکش ہے۔ جس نے اپنی خواہشات پر قابو پالیا۔ وہی
پرہیزگار اور پوتر ہے۔ دُنیاوی زندگی میں ایک پل کیلئے بھی کوئی خوش نہیں رہ
سکتا۔ جب تک وہ پوری طرح آزاد نہ ہو۔ یعنی دیہہ میں اہنگتا ممتا کے بندھن
ٹوٹ چکے ہوں۔ اور واسناؤں کا تیاگ ہو گیا ہو۔ دُنیا کے ہر پرکار کے جھگڑوں
سے غلاصی پالی ہو۔ تبھی پُرش آزاد کہلا سکتا ہے۔ دل کو پریتم کی جُدائی کے غم
کے ہاتھوں گروی رکھ۔ اوقات دل کو برہ اگنی میں تپا کر شُدھ کرتا کہ تجھے
دُنیا کی خوشیاں آدھے جو کے برابر مول والی نہ پرتیت ہوں۔ جب تیرا دل
شُدھ ہو جائیگا۔ اور پریتم کے پریم میں ڈوب جائے گا۔ تو لوک اور پرلوک کے
سُکھوں سے تو بے نیاز ہو جائیگا۔ کوئی شے تجھے باندھنے والی نہیں رہے گی تب
تجھ پر حقیقت کے راز ظاہر ہوں گے۔ تو گیان وگیان کو جاننے والا ہوگا مجازی
محبت یعنی دُنیا کا موہ پُورن رُوپ سے دُور ہو جائیگا۔ تب تو صحیح معنوں میں
محقق اور برہم گیانی ہوگا۔ نہیں نہیں برہم سرُوپ ہی ہو جائیگا۔

شعر
اے دریغا عمر تو رفتہ بہ خواب۔ اند کے ماند ست او را زود یاب
عمر تو باشد مثالِ آبِ جو۔ آب رفتہ باز کے آید بہ جو
در جہاں چوں چند روزے مہمان۔ ایں جہاں را مثالِ خواب داں
خلق رایں لعبتانِ نقشِ آب۔ چشم چوں برہم زنی بینی خراب
ہرچہ مے بینی بہ گرداب جہاں۔ چوں حباب از چشم تو گردد نہاں

غافلی از کردہائے خویشتن۔ نفس را با تیغ لا گردن بزن
دل مکن از فکرِ ناطلہا سیاہ۔ از خدا غیر از خدا دیگر مخواہ
چوں زبان گویاست در تن موبمو۔ موبمو ذکرِ خدا را نیز گو

شبدارتھ:۔ افسوس ہے تیری عمر خوابِ غفلت میں گذری۔ تھوڑی سی رہی ہے اس کو جلدی حاصل کر۔ تیری عمر نہر کے پانی کی مانند ہے۔ گیا ہُوا پانی دوبارہ نہر میں کب آتا ہے۔ جہان میں جبکہ تو چند روز کیلئے مہمان ہے۔ پس اس جہان کو مثلِ خواب کے سمجھ۔ خلقت کو پانی کے نقش کی گڑیا دیکھ ایک پلک جھپکنے سے ویراں دیکھے گا۔ جہاں کے گرداب میں تو جو کچھ دیکھتا ہے وہ بُلبلے کی طرح آنکھ سے پوشیدہ ہو جائیگا۔ تو اپنے اعمال سے غافل ہے۔ لا کی تلوار سے نفس کی گردن مار۔ بیہودہ جھوٹے فکروں سے دل سیاہ مت کر خُدا سے خُدا کے سوا غیر کو مت مانگ۔ جب تن میں ہمارا بال بال زبان کی مانند بولتا ہے۔ اسی طرح بال بال سے خدا کے نام کا سمرن کر۔

بھاوارتھ:۔ افسوس کا مقام ہے کہ اب تک ہمارے جیون کا بہترین حصہ اگیان ندرا میں ہی بیت گیا۔ ہم نے کھاتے پینے اور موج کرنے کو ہی جیون مان رکھا تھا۔ لیکن اب جب یہ پتہ لگا ہے کہ یہ مانوچولا تو پرماتما کی پراپتی کرنے کے لئے ملا تھا۔ اور اسی خاص کام کیلئے ہم یہاں آئے تھے تو کھید ہوتا ہے لیکن فقیر سائیں کہتے ہیں۔ بھائی اب جو بھی تھوڑی مہلت باقی ہے اسی کا پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرو۔ پہلے کی غلطیوں کے لئے پشچاتاپ کرو۔ اور پربھو سے پرارتھنا کرو۔ تاکہ شریر گرنے سے پہلے تم اپنا لکشیہ پالو۔ ہماری عمر کی مثال نہر کے پانی

جیسی ہے۔ نہر کا پانی کبھی ٹھہرتا نہیں۔ وہ آگے چلا جاتا ہے مگر واپس لوٹ کر نہیں آسکتا۔ اسی طرح ہماری عمر پل پل چھن چھن چلی جا رہی ہے اور ایک ایک قدم چل کر ہم موت کے قریب جا رہے ہیں۔ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ اس لئے سمے کا پُورا پُورا لابھ لے لینا ہی دانائی ہے۔ جب ہم لوگ یہاں کیول چند روز کیلئے مہمان ہیں۔ بقول شاعر ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے ٭ اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

زندگی ہمیں دُنیا میں لے آتی ہے اور موت واپس لے جاتی ہے ہماری مرضی کو کون دیکھتا ہے۔ جب یہ حال ہے تو اس دُنیا میں چند روزہ زندگی صرف ایک سوپن یا خواب ہے۔ جس طرح جب تک نیند میں رہتے ہیں۔ سوپن کی دُنیا اور شریر سب سچے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جب جاگ جاتے ہیں سبھی ناپید اور گم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس دُنیا کی جتنی مخلوق ہے یہ سب اس طرح ہے۔ جس طرح پانی کے اندر لہر بحر نہر ترنگ بُلبلے جھاگ وغیرہ انیک پرکار کے نقشے دکھائی دیتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر میں سب گم ہو جاتے ہیں پتہ نہیں لگتا۔ کہاں چلے گئے ذرا گہرا وچار کر کے دیکھ لو۔ دُنیا میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ پانی کے بُلبلوں کی طرح آنکھ جھپکنے میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہاں آنے سے پہلے اور جانے کے بعد سوائے بے خبری کے کچھ پتہ نہیں۔ جب ایسی دشا ہے کہ ہم کہاں سے آئے ہیں اور واپس جانا بھی ضروری ہے تو پھر غافل اور لاپرواہ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ فکر کرنا چاہیئے جب باپ کے پاس واپس جائیں گے تو کون سا مُنہ لیکر جائیں گے۔ جب باپ پوچھیگا۔ بیٹا کمائی کرنے گئے تھے کیا کما کر لائے ہو۔ تو اس وقت کیا جواب دیں گے۔ اس لئے ابھی سے اپنی کرنی کا خیال کرو۔ ست کرموں کی

دھارنا بناؤ۔ من کو لا یعنی نفی کی تلوار سے مارو۔ یہ سب است اور مِتھیا ہے مایا ہے۔ یہ وِچار ہی وہ تلوار ہے۔ دنیا کے است مِتھیا ویوہار سے اپنا دل کالا نہ کرو۔ ست ویوہار کرو اور پرماتما سے سوائے پرماتما کے اور کچھ مت مانگو جس طرح تیرے شریر کا روم روم زبان حال سے بول رہا ہے۔ اسی طرح تو روم روم سے اس پربھو کے نام کا سمرن بھجن اور دھیان کرے

سواس ہر نام جپ بر تھا سواس نہ کھوئے
کیا جانے جوانت کا یہی سواس مت ہوئے

مثنوی دل مدہ یا دلبرانِ بے وفا۔ زانکہ دارند شیوۂ جور و جفا
از جہاں مہر و وفا معدوم شد۔ حالِ مردم یک بیک معلوم شد
آشنائیہا بر اُفتاد از جہاں۔ شرم شستہ شد ز چشم مردماں
اے دریغا وضع نیکاں شُد بدل۔ در دیار علم اُفتادہ خلل
قحط اُفتاد ست در ملک سخا۔ خشک گشتہ مزرع مہر و وفا
تیغ ممسک شجرۂ احساں بُریدہ۔ ہم چو عنقا ہمت از عالم پرید
ہمتے رفت است از شاہ و گدا۔ منعماں گشتند گدائے بے نوا
ہمتے برخاست از صاحبدلاں۔ وارم از دست زمانہ صد فغاں

شہید ارتھ ہو۔ بے وفا دلبروں کو دل مت دے اس لئے کہ یہ ظلم وستم کی عادت رکھتے ہیں۔ جہاں سے مہر و محبت ناپید ہو گئی۔ آدمی کا سارا حال معلوم ہو گیا۔ دوستیاں دنیا سے جاتی رہیں لوگوں کی آنکھ میں شرم نہیں رہی۔ افسوس

ہے کہ نیکوں کی وضع بدل گئی ہے۔ بردباری اور علم کے ملک میں خلل آگیا ہے اور سخاوت کے ملک میں قحط پڑ گیا ہے۔ مہر و وفا کا کھیت سوکھ گیا ہے۔ بخیل کی تلوار نے احسان کا درخت کاٹ ڈالا۔ عنقا کی طرح ہمت دنیا سے اڑ گئی بادشاہ اور فقیر سے ہمت چلی گئی۔ انعام دینے والے فاقہ مست فقیر ہو گئے۔ صاحبزادوں سے ہمت جاتی رہی۔

بھاوارتھ:- جو دستو یا وکتی ہماری شردھا اور وشواس کے پاتر نہیں ہیں۔ وہ بے وفا ہیں۔ ایسے بے وفا دلبروں کو دل نہیں دینا چاہیئے۔ دنیا اور دنیا کے سارے پدارتھ ہمارے اپنے شریر سمیت جب کھوج کرتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی وفادار سدھ نہیں ہوتے۔ شریر جس کی ہم ساری عمر سیوا کرتے ہیں یہ بھی بوقت موت بے وفا سدھ ہوتا ہے اور باقی جہاں کہیں آپ وشواس کریں گے۔ دنیا میں اکثر آپ کا وشواس گھات کرنے والے ہی ملیں گے۔ اس لئے شاہ صاحب کہتے ہیں۔ یہ سب دل لوٹنے والے بے وفا ہیں۔ ان کو اپنا دل مت دو۔ ان کی محبت کا بھروسہ نہ کرو۔ کیونکہ ان سب کی عادت ہی جور و ظلم ہے۔ یہ دل توڑنے والے ہیں۔ اس دنیا میں مہر و محبت بالکل ختم ہو گئی ہے ایک ایک منش سے دریافت کر کے دیکھ لو۔ سب کو اس معاملے میں بڑا کڑا تجربہ ہے۔ لوگوں میں سوارتھ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اپنی سوارتھ پورتی کیلئے اگر کسی کی جان جاتی ہے تو کون پرواہ کرتا ہے۔ مانو کی مانوتا اسی میں تھی کہ ہم ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے۔ آپس میں ایکتا پیار اور بھائی چارے کی بھاونا ہوتی۔ جیووں میں اب ایسی پریم بھاو نہیں رہا۔ تبھی دوستی کے بارے میں کسی کومی نے کیا ہی اچھا کہا تھا ؎

بیت دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست ۔ در پریشاں حالی و درماندگی

ارتھات دوست وہی ہے جو دُکھ پریشانی اور کمزوری میں دوست کا ہاتھ پکڑے

یعنی امداد کرے۔ آج سنسار میں وہ دوستی ختم ہو چکی ہے اور لوگوں کی آنکھوں

میں شرم نہیں رہی کیونکہ اپنے اپنے دھرم اور کرتویہ سے سب گر چکے ہیں۔ نہ

ایشور کا ڈر۔ نہ موت کا بھے۔ نہ لوک لاج ۔ اس لئے کسی کو کوئی شرم نہیں۔

سب من مانی کرنے والے من مُکھ ہیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ نیک لوگوں

کے طور طریقے بھی بدل گئے اور سنسار کی دُنیا میں خلل پڑ گیا ہے مطلب یہ کہ

اب لوگوں کے جیون میں سداچاری بھاونائیں گم ہو گئی ہیں۔ جس سے سب

دُکھی ہیں۔ پہلے لوگ دانی سخی بن کر غریبوں کی سیوا کرتے تھے ۔ اب دان اور

سیوا کے ملک میں قحط (کال) پڑ گیا ہے اور مہر و محبت کی کھیتیاں سُوکھ گئی ہیں۔

کنجوس اور بخیل لوگوں نے احسان کے درخت کی جڑ ہی کاٹ دی اور دُنیا سے

دھیرج اور ہمت عنقا پرندے کی طرح گم ہو گئے۔ شاہ و گدا راجہ و رنک سب

میں ہمت نہیں رہی۔ سبھی ادھیر ہیں۔ اور جو پہلے لوگوں کو انعام اکرام دیتے

تھے وہ دھناڈ لوگ اب غریبوں کے جان لیوا ہو گئے ہیں۔ جو لوگ صاحب

دل کہلاتے ہیں۔ ان میں بھی دھیریہ دکھائی نہیں دیتا سینکڑوں آہ و فغاں

یا شکایت کی آوازیں ہم زمانے کے ہاتھوں سُنتے آرہے ہیں۔

مثنوی آیں نشانہائے قیامت شد پدید۔ تا قیامت در جہاں گردد پدید

برکت از کشت و زراعت گشت گم۔ عادتِ جود و سخاوت گشت گم

رحم از دلہائے مردم شد نہاں۔ سختئے پیدا شدہ از مرداں

خلق نیکو شد زعالم ناپدیار ٭ طبع مردم سگ صفت گشتہ پلید
مہر گم شد از دلِ فرزند و زن ٭ فتنہ برپا گشت از دیر کہن
چوں جہاں پر غاست عالم گشت تنگ ٭ دختراں با مادراں دارند جنگ
نیست مہرے در دلِ ہر خاص و عام ٭ پس میفگن خویش را در بندِ دام
چوں علام شد دانۂ مہر و وفا ٭ پس مرو در دام چوں مُرغ ہوا

شبدارتھ۔ یہ قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں۔ تاکہ دُنیا میں قیامت ظاہر ہووے۔ کھیتی باڑی سے برکت کم ہو گئی ہے۔ بخشش اور سخاوت کا قد چھوٹا ہو گیا ہے۔ آدمیوں کے دل سے رحم جاتا رہا۔ لوگوں پر ایک سختی پیدا ہو گئی۔ دُنیا سے نیک خلقت گم ہو گئی۔ آدمیوں کی سرشت کتے کی طرح ناپاک ہو گئی۔ بیٹے اور بیوی کے دل سے محبت جاتی رہی۔ پرانے بت خانہ سے فساد پربا ہو گیا۔ جب ایسا جھگڑا پھیل گیا۔ جہان تنگ ہو گیا۔ بیٹیاں ماؤں کے ساتھ لڑنے لگیں۔ ہر خاص و عام کے دل میں محبّت نہیں ہے پس اپنے آپ کو جال کے پھندے میں مت ڈال۔ جبکہ ہمت اور وفاداری کا دانہ ناپید ہو گیا۔ لالچی چڑیا کی طرح جال میں مت جا کر گر۔

بھاوارتھ۔ ستت فرماتے ہیں کہ اوپر جو دُنیا کا حال بیان ہوا ہے۔ یہ سب قیامت یا پرلے کی نشانیاں ہیں۔ جو دھرم گرنتھوں میں پائی جاتی ہیں۔ دھرم کی ہانی ہوتی ہے ادھرم بڑھ جاتا ہے۔ آسری سمپتی والے لوگوں کی وردھی ہوتی ہے۔ وہ سب بھُوت پرانیوں کو دُکھ دیتے ہیں۔ اور سادھو ورتی کے لوگ جن کی سنکھیا کم ہو جاتی ہے۔ وہ بہت سنتاپ کو

پراپت ہوتے ہیں۔ ایسے سمے میں بھگوان کو کوئی نئش رُوپ دھارن کر کے آنا پڑتا ہے۔ اور پاپیوں کا ناش کرنے کیلئے ان کو کوئی بھاری وناش کاریہ آرمبھ کرنا ہوتا ہے۔ اسی وناش کاریہ کو ہی پرلے یا قیامت کہتے ہیں آج بھی دُنیا میں جو حالات رونما ہو رہے ہیں۔ ان سے یہی انومان ہوتا ہے کہ اب پرلے کا سماں آ گیا ہے۔ سروآنگرشنٹ باغبان کو اپنے باغ کی صفائی کی خاطر وناش کاریہ کرنے ہوں گے۔ آج کی ساری دُرگھٹنائیں۔ اسی پرلے کے انش روپ میں پرگٹ ہو رہی ہیں۔ اس کے علاوہ کھیتی باڑی سے برکت کم ہو گئی ہے۔ گو اب پیداوار بڑھ گئی ہے کسان امیر ہو گئے ہیں مگر مانسک شانتی اور خوشی بالکل گم ہے۔ یہی برکت کا کم ہونا ہے دان پُن بخشش بھی بہت کم ہو گیا ہے۔ ضرورت مند کو دینے کی بجائے لوگ اپنی سوارتھ پورتی کے سادھن روپ دان کرتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں رحم و دیا کا ابھاو ہو گیا ہے۔ پڑوس میں کوئی دُکھی ہے بھوکوں مر رہا ہے۔ کسی کو پروا نہیں رات چلتے پھرتے بازاروں میں لوٹ مار قتل ہو جاتے ہیں۔ دیویوں پر ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں۔ مگر دیکھنے والوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لوگوں کے دل سخت ہو گئے ہیں۔ پُون اور راکشسی بھاونائیں پربل ہو رہی ہیں۔ پتر اور دھرم پتنی کے دل سے پیار کم ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہر کسی کو اپنے شریر اور شریر کے سُکھوں سے پیار بڑھ گیا ہے۔ دُنیا کے اس پُرانے بُت خانے میں ایک فساد برپا ہو گیا ہے۔ کہیں شانتی اور چین نہیں کہیں خوشی نہیں۔ جب اس طرح خانہ جنگی عام ہو گئی ہے تو دُنیا ساری تنگ ہو رہی ہے۔ پتریاں اپنی ماتاؤں کے ساتھ لڑتی ہیں۔ سب پرانی ماتریں کرونا۔ دیا اور پریم کا ابھاو ہو گیا

ہے۔ دنیا کی ایسی دشا کو دیکھ۔ اے فقیر۔ تو خبردار ہو جا۔ اور اپنے کو کسی جال کے پھندے میں پڑنے سے بچا۔ جب دُنیا سے مہر و وفا۔ پریم اور شردھا کا بیج ہی ختم ہو گیا۔ اپنی خواہشات کا غلام ہو کر پرندے کی طرح دُنیا کے موہ جال میں نہ پھنس۔ ورنہ مارا جائیگا۔ ست مارگ گامی لوگوں کو چیتایا گیا ہے۔ کہ ان کو ہر طرح سے سترک رہ کر اپنی ست سادھنا میں لگے رہنا چاہیئے دُنیاوی حالات سے نہ تو پریشان ہوں نہ کوئی غلط کام کریں۔ بلکہ سدا سنگ نرلیپ اور پربھو کا پلہ پکڑے رہیں۔

مثنوی ۵ بند بگسل دام را برہم بزن ۔ آشیانِ حرص را آتش بزن
جز خدا کس نیست با تو مہربان ۔ دل مدہ غیر از خداوندِ جہاں
شکرِ نعمت کُن کہ آں رب العباد ۔ داد بر تو آنچہ بائیست داد
چشم دادہ گوش بینی ہم زبان ۔ بر تو روشن کرد اسرار نہاں
غافلی از یار خود اے بے خبر ۔ چند باشی بے خبر چوں گاؤ خر
نیستی آگاہ از لطف خدا ۔ ہم چو عاشق ہر زماں بیند ترا
مہرباں ہم شد چوں معشوق مجاز ۔ گر بہ بیند جانبِ عاشق نیاز
عاشقِ صادق کند جاں را فدا ۔ مرحبا بر عاشقاں صد مرحبا

شیدا ارتھ:- قید کو توڑ دے۔ جال کو پھاڑ ڈال۔ حرص کے آشیانہ کو آگ لگا دے۔ خدا کے سوا تیرا کوئی مہربان نہیں ہے۔ جہاں کے مالک کے بغیر دل کسی کو مت دے۔ خدا کی نعمتوں کا شکر کر کہ بندوں کے اس پروردگار

نے ہر چیز جس کی تجھے ضرورت تھی دے دی۔ آنکھ ناک کان زبان دی اور گپت بھیدوں کو تجھ پر ظاہر کیا۔ اے بے خبر۔ تو اپنے یار سے غافل ہے کب تک گائے اور گدھے کی طرح تو بے خبر رہے گا۔ تو خدا کی مہربانیوں سے واقف نہیں ہے۔ وہ ہر دم تجھ کو عاشق کی طرح دیکھتا ہے دُنیا کا معشوق جب مہربان ہوتا ہے تو عاشق کی طرف اگر وہ ناز کے ساتھ دیکھتا ہے تو سچا عاشق اس پہ اپنی جان فدا کرتا ہے شاباش ہے عاشقوں کو سو بار شاباش ہے۔

بھاوارتھ:۔ جگیاسو یا سادھک اور سالک کو مخاطب کر کے کہتے ہیں اس سنسار کی جو ورتمان دشا ہے۔ اس کا وچار کر کے تم پُرشارتھ سے اپنے بندھن کاٹو اور مایا جال کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ حرص لوبھ کے آشیانہ کو آگ لگا دو۔ ارتھات جس من میں یہ وکار کام کرودھ لوبھ وغیرہ رہتے ہیں اس من کو قابو میں کرو۔ اس متھیا سنسار میں کوئی پرانی یا وکتی تمہارا سچا ہمدرد اور ہی خواہ نہیں ہے۔ سوائے پرماتما کے۔ کیول وہی تمہارا مہربان ہے۔ اس لئے مالک دو جہان کے علاوہ کسی دوسری شئے یا وکتی کو دل مت دو۔ کسی کے پیار محبت میں نہ پھنسو۔ پرماتما کے علاوہ سب اشیاء بے وفا ہیں۔ قابل اعتبار نہیں۔ اس لئے پربھو کا آسرا لو۔ وہ بندوں کا مالک جو ربّ ہے وہ کتنا دیالو اور کرونا ساگر ہے کہ اس نے ہم کو وہ نعمتیں دی ہیں اور جو کچھ بھی ہمارے جیون کی آوشکتا تھی۔ وہ سب بھی ہم کو دیا۔ اس لئے اس دیا ساگر کا دھنیہ واد کرو۔ دیکھو اس نے ہم کو آنکھ ناک کان اور زبان دی۔ اور ہماری بدھی میں اپنے گپت بھیدوں کو پرگٹ کر دیا۔ اے موڑھ اگیانی کب تک

اپنے پریتم سے بے خبر اور بھولے ہوئے رہو گے۔ اور پشوؤں کی مانند اگیان اور موڑھ دشا میں پڑے رہو گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ تم پرماتما کی مہربانیوں سے واقف نہیں ہو۔ ورنہ تم اس قدر لاپرواہ نہ ہوتے۔ وہ سدا تمہاری طرف عاشق کی طرح پریم اور پیار بھری درشٹی سے دیکھتا رہتا ہے جب عشق مجازی کا معشوق مہربان ہوتا ہے اور عاشق کی طرف ناز کے ساتھ پیار کی نظر سے دیکھتا ہے تو سچا عاشق اس پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے شاباش ہے عاشقوں کو سو بار شاباش ہے۔ تمہیں بھی عاشق اور پریمی ہونے کی حیثیت سے اپنے پریتم پرماتما پر اپنا سروسو قربان کر دینا چاہیئے۔

مثنوی طالبے کو در پیئے جاناں رود۔ چشم گردد روئے جاناں بنگرد
گر ترا از عشقِ او باشد خبر۔ از تو مشتاق است او مشتاق تر
با تو نزدیک است آں جانِ جہاں در تو چوں جاں است آں جاناں نہاں
گر ترا چشمِ محبت وا شود۔ بر تو آں معشوق خود شیدا شود
چوں تو داری چشمِ احول لیک سے درآید روئے جاناں در نظر
این حجاب از تست اے محجوبِ من۔ بے حجاب است ورنہ آں محبوب من
پیش مردن میر اے نیکو سیر۔ جان بجاناں دہ ز عالِ خود گذر
گر بہ معشوق تو از خود عاشقی۔ قالبِ خود را کنی از جاں تہی
شیدا رہتا ہے۔ جو طالب معشوق کے پیچھے جاتا ہے وہ آنکھ مجسم ہو جاتا ہے اور یار کے منہ کو دیکھتا ہے اگر تجھ کو اس کے عشق کی خبر ہو۔ وہ تجھ سے زیادہ تیرا مشتاق ہے۔ اگر تیری محبت کی آنکھ کھل جاوے۔ تو وہ معشوق خود تجھ پر

شیدا ہو جائے وہ دُنیا کی جان تیرے ساتھ نزدیک ہے جان کی طرح تیرے
اندر چھپا ہُوا ہے۔ جبکہ تو ٹھیکرے والی آنکھ رکھتا ہے جس میں نظر نہیں،
تو معشوق کا مُنہ کیسے نظر آئیگا۔ اے میرے پردہ نشین۔ یہ پردہ تجھی میں
ہے۔ ورنہ میرا محبوب تو بے پردہ ہے اے نیک سیرت مرنے سے پہلے مر۔
جان جاناں کو دے اور اپنے حال سے تو گذر۔ اگر تو معشوق کو اپنی جان
دے دے تو اپنے جسم کو جان سے خالی کر دے۔

بھاوارتھ:۔ ہے پیارے۔ پریم کے سامراجیہ میں جس نے پرویش
کیا۔ جو ایکبار سچا پریمی ہو گیا۔ وہ تو سدا پریتم کی یاد کرتا ہے۔ پریتم کی کھوج
میں رہتا ہے۔ اس کے ملن کی پرتیکشا کرتا ہے اس کی ہر کریا پریم پاتر سے
سمبندھت ہوتی ہے بہی معشوق کے پیچھے جانا ہے۔ ایسا پریمی پریتم کے درشن
کی تیبر ابھیلاشا سے مجسم آنکھ ہو جاتا ہے اور چاروں طرف اپنے یار کے
سُندر مُکھڑے کو دیکھتا ہے۔ بقول رام ؎

ع جدھر دیکھتا ہوں۔ جہاں دیکھتا ہوں۔ میں اپنا ہی جلوہ عیاں دیکھتا ہوں

اگر تجھے اپنے پریتم کے پیار کے بارے میں کچھ جانکاری ہوتی۔ تو تجھے پتہ ہوتا۔
کہ تیرے ملن کے شوق سے اس کے اندر یہ شوق کہیں زیادہ ہے۔ وہ پریمی
سے ملنے کیلئے زیادہ مشتاق ہے۔ اگر تیرے اندر پریم کے نیتر کُھل جائیں۔
ارتھات تیرا دل پریم سے بھرپور ہو جا وے۔ تو تو انوبھو کرے گا۔ کہ تیرا
پریتم ہی تجھ پر عاشق ہے وہ تیرا شیدائی ہے وہ پرماتما جو اس سنسار کی
روح رواں ہے وہ بالکل تیرے قریب ہے "نحن" اقرب من حبل الورید"
یعنی شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے ایسا قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

وہ دُور نہیں۔ بلکہ وہ جاناں تیرے اندر تیری جان یا رُوح ہی ہے چونکہ اس وقت تیری آنکھ میں ڈھیرڑہ ہے۔ جس میں نظر نہیں۔ اس لئے پیارے کا منہ تجھے دکھائی نہیں دیتا۔ جانتے ہو۔ آنکھ کا ڈھیرڑہ کیا ہے شریر کا ابھیمان۔ دیہہ کا ادھیاس موہ ممتا۔ اِنہی کے کارن ہم پرماتما کے سُندر مکھڑے کو دیکھ نہیں پاتے بلکہ اس کی جگہ دُنیا کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے پہلے پریم کے سُرمہ کی سلائی سے آنکھ کے ڈھیرڑے کو دُور کرو۔ جس سے نظر ٹھیک ہو جاویگی اور تجھے پریتم کی سُندر چھبی دکھائی دے گی اسے پریہ تیری آنکھوں پر پردہ آیا ہوا ہے۔ معشوق کے مُنہ پر کوئی پردہ نہیں ہے وہ ہر دم سُوریہ کے سمان نت پرکاشمان ہے پردہ تمہاری وجہ سے ہے۔ ورنہ وہ میرا محبوب دوست دراصل بے پردہ ہے۔ تم اپنا پردہ ہٹا دو۔

اے نیک سیرت انسان۔ مرنے سے پہلے مر۔ جیتے جی موت والی حالت اپنے اوپر وارد کر لے۔ دُکھ سُکھ مان اپمان لابھ ہانی آدی دونوں سے پرے ہو۔ اور دونوں حالتوں میں سم رہنے کا ابھیاس کر۔ سب کچھ کرن کراون ہار پرماتما کو مان۔ اپنی جان بھی اسی کو سمرپن کر دے۔ اور اپنے آپ کو بھول جا اپنے کو گم کر دے۔ یہی دیہہ ادھیاس سے رہت ہونا ہے۔ اگر تو اس طرح اپنی جان پریتم کو ارپن کر دے۔ اور اپنے شریر کو جان سے خالی کر دے۔ تو دیکھیگا۔ تیرے اندر تیرا پریتم حاضر پرگٹ ہو جاویگا۔ اس کا پرکاش چاروں طرف پھیل جائیگا۔ اس ہرجائی یار کے سب جا درشن ہوں گے۔ تب تیری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔

مثنوی ۵ در تو گرددجانِ جاناں جلوہ گر۔ خویش را با چشم معشوقی نگر

عارف گفت است از روئے عتاب، گوش کن چوں ایں معمائے بباب
گر نداری شادی از وصلِ یار ۔ خیز بر خود ماتمِ ہجراں بدار
اے شرف تاچند گردی دور دور ۔ قطع منزلہا بکن اے بے حضور
چند پیمائی رہِ دور و دراز ۔ چند رفتی از نشیبے و ز فراز
یک قدم باشد حریم دوست بس ۔ چند گردی بے خبر اے بوالہوس
منزلِ جاناں بود یک گامِ تو ۔ بادۂ عرفاں بود در جامِ تو
ہر نفس در یاد او گامے بزن ۔ ہر زماں از عشقِ او جامے بزن

تشریح :- تجھ میں معشوق کی جان جلوہ گر ہو گی تو معشوق کی آنکھوں سے آپ کو دیکھ۔ ایک عارف نے ناراض ہو کر کہا ہے۔ کان سے سن اور اس معمہ کو حل کر۔ اگر تو یار کے وصل سے خوشی نہیں پاتا تو اٹھ اپنے اوپر جدائی کا ماتم کر۔ اے شرف۔ تو کب تک دور دور پھرتا رہیگا اے بے حضور۔ منزلوں کو کاٹ۔ دور دراز کے راستے تو کب تک طے کرے گا کب تک تو نیچے سے اوپر جاتا رہے گا۔ تیرے دوست کی بارگاہ ایک قدم پر ہے تو کب تک اے لالچی بے خبر رہیگا۔ جاناں کی منزل تیرے ایک قدم پر ہے معرفت کی شراب تیرے پیالے میں ہے۔ ہر دم اس کی یاد میں قدم رکھ اور ہر وقت اس کے عشق کا پیالہ پی۔

سمجھاوا :- شاہ صاحب اوپر فرما رہے ہیں کہ تم مرنے سے پہلے مرجا موت والی حالت اپنے اوپر وارد کر لے۔ اور اپنی جان بھی جاناں کے حوالے

کر دے۔ جب تو ایسا کرے گا۔ اسی وقت تیرے قالب (شریر) میں پریتم کی جان جلوہ افروز ہو گی۔ اربقات وہ مالکِ دو جہاں پرماتما تمہارے جسم میں کارکنان ہو گا۔ معشوق کی آنکھوں سے اپنے کو دیکھو کہ اپنے پریتم کو تم کس قدر پریہ ہو۔ کس طرح وہ تمہاری نگرانی اور پاسبانی کرتا ہے۔ تم سوتے ہو۔ وہ جاگ کر پہرہ دیتا ہے۔ تم اس کے دھیان اور تصوّر میں مگن ہوتے ہو اور وہ پرسنّ مُدرا میں تمہیں دیکھتا رہتا ہے۔ ایک عارف برہم گیانی نے ناراض ہو کر کہا ہے کان لگا کر سُن تاکہ یہ راز تمہارے اوُپر کھُل جاوے۔ اس راز کے کھلنے سے اگر تمہیں یار کے وصل کی خوشی نہیں ملتی تو اُٹھ اور اپنے اوُپر جدائی کیلئے ماتم کر۔ کیونکہ جو نسخہ یار کے ملنے کا بتایا گیا ہے۔ اس کو ٹھیک پرکار سمجھ کر پریوگ کرنے سے ضرور پریتم کا ملاپ ہو جاتا ہے۔

اے شرف تو کب دوُر دوُر یعنی باہر مکھ ہو کر در بدر کی ٹھوکریں کھاتا پھریگا تو ابھی پرماتما کی حضوری سے دوُر ہے جلدی کر اور اپنے بھجن ابھیاس میں زیادہ پرشارتھ کر اور اپنی منزل کو جلدی کاٹ۔ دوُر دراز کے راستے تو کب تک چلتا رہے گا۔ اونچی نیچی گھاٹیوں میں کب تک چڑھتا اُترتا رہے گا۔ توُ نے تو اپنے یار کو کہیں دوُر آسمانوں پر سمجھ رکھا ہے تو نہیں جانتا۔ کہ اس کی پاک بارگاہ کیول ایک قدم پر ہے چونکہ تو دُنیا کے لالچ میں پھنسا ہوُا ہے۔ اس لئے ابھی بے خبر ہے اور مارا مارا پھرتا ہے۔ کب تک اس پرکار آوارہ گردی کرتا رہیگا۔ ذرا سوچ اور وچار کر۔ اگر تمہارے اور تمہارے یار کے بیچ دیش کال کی دوری ہوتی۔ تو کچھ محنت لازمی تھی۔ لیکن ایسی بات نہیں ہے وہ پیارا پریتم تمہارے پاس ہے۔ تمہیں تو کیول ایک قدم اُٹھانا ہے دُنیا سے مُنہ پھیر

کر خدا کی طرف لگ جانا ہے۔ یہی وہ قدم ہے۔ جس سے تو یار کے پاک دربار میں جا پہنچیگا۔ حضرت بلہے شاہ کو بھی مرشد شاہ عنائت نے یہی گر بتلایا ہے اُنہوں نے کہا۔ "بلہیا۔ رب دا کی پانا۔ اِدھروں پُٹنا ادھر لانا" ارتھات پرماتما کا پراپت کرنا کیا ہے۔ دل کو دُنیا سے اُکھاڑ کر پرماتما کی طرف لگا دینا۔ اسی سے پرماتما سے ملاپ ہو جاتا ہے۔ اس لئے شاہ صاحب بھی کہتے ہیں۔ جانان (یاد) کی منزل تیرے ایک قدم میں ہے۔ اور معرفت (برہم گیان) کی شراب تیرے پیالے میں بھری پڑی ہے جس کا مطلب ہے کہ نہ تو پرماتما تجھ سے دُور ہے اور نہ اس کے ملنے کی دوائی کہیں باہر ہے۔ وہ بھی تیرے پاس ہے اس لئے ست پرشارتھ کو دھارن کرو۔ مُرشد کے حکم پر جان دو۔ اور ہمت کر کے پریم کے پردیش میں پہنچ جاؤ۔ سوانس سوانس کے ساتھ پربھو نام کا سمرن کرو۔ ایک ایک قدم اس کی یاد میں اُٹھاؤ۔ اور دم بدم اس کے پریم کے پیالے پیو۔ یہی وہ ایک نسخہ ہے۔ جس کو متلاشیانِ حق کو نوٹ کرنا چاہیئے۔ ست مارگ میں چلنے والے سادھکوں کو تین نکمت منزلوں سے گذرنا ضروری ہے:۔

۱:۔ ست وشواس ۲:۔ ست کی کھوج ۳:۔ ست پرائینتا ۴:۔ ست میں سھتی ۵:۔ ست میں لینتائی۔ تیسری منزل ست پرائینتا پربھو پریم کا پرتیک ہے۔ یہ پریم کا سمبندھ تب تک نہیں بن پاتا۔ جب تک پرماتما کا وشواس پکا کر کے اس کی کھوج نہ کی جاوے۔

مثنوی مولوی فرمود نشنیدی مگر۔ سنگ گرمے بودی گردی اثر

اے کماں از تیرہا پر ساختہ۔ صید نزدیک است و دُور انداختہ

از کہ مہجوری و دُوری اے فلاں۔ آہ از دست تو دارم صد فغاں
اے کماں تیر از تیر از رود دُور تر۔ از چنیں صید کہ بود مہجور تر
چشم دل بکشا جمال یار بیں۔ ہر طرف ہر سُو رُخ دلدار بیں
چشم باید تا بہ بیند رُوئے یار۔ جلوہ کرد ست در ہر شئے نگار
نیست پوشیدہ رُخِ دلدار تو۔ لیک ایں نقص است در ابصار تو
گرمی کو در تو اے افسردہ دل۔ رفت ہمچو خر فرو در آب و گل
شیدا رسجھ:۔ مولوی نے فرمایا ہے مگر تو نے سُنا نہیں۔ اگر تو سمجھ ہوتا۔ تو اثر ہو جاتا اے کہ تو نے تیروں سے بھری ہوئی کمان بنائی۔ لیکن شکار نزدیک ہے اور تو تیر دُور پھینک رہا ہے۔ اے فلاں۔ کس سے جدائی اور کس سے دُوری ہے۔ آہ میں تیرے ہاتھ سے سو فریاد رکھتا ہوں اے کمان تیرے تیر بہت دُور جا رہے ہیں۔ اس طرح تو شکار سے تو بچھڑا ہی رہیگا۔ دل کی آنکھ کھول اور یار کا جمال دیکھ۔ ہر طرف ہر جگہ دلدار کا حُسن دیکھ۔ آنکھ چاہیئے تا کہ دلدار کا چہرہ دیکھے۔ محبوب نے ہر شئے میں اپنا جلوہ پیدا کر رکھا ہے تیرے دلدار کا رُخ پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن تیری آنکھوں میں نقص ہے۔ اے سرد دل تجھ میں گرمی کہاں گئی۔ تو گدھے کی طرح دلدل میں پھنس گیا ہے۔
بھاوارتھ:۔ پرم صوفی سنت مولانا روم نے اپنی بانی میں یہی اُپدیش فرمایا ہے۔ لیکن تو نے اُسے سُنا نہیں۔ ورنہ اگر سُن لیتے تو پتھر بھی ہوتے تو تجھ پر اثر ہو جاتا۔ اے پیارے شکاری۔ تو کمان تو تیروں سے بھری ہوئی ہے لیکن تیر دُور پھینک رہا ہے اور شکار نزدیک ہے جیسا سُو اور

سادھک ہی وہ شکاری ہے اور پڑھ سُن کر جو اس نے مان رکھا ہے۔ اور جن
باہر مکھی سادھنوں میں وہ لگا ہُوا ہے وہ سادھن ہی تیر ہیں۔ اور یہ شریر ہی
وہ کمان ہے جس میں یہ تیر بھرے ہوئے ہیں۔ فقیروں کا کہنا ہے کہ شکار تو
تمہارے نزدیک ہے۔ پاس ہی ہے اور تم تیر دُور پھینک رہے ہو۔ تیرتھ یاترا
دان پُن۔ سدگرنتھوں کا پاٹھ۔ جنگل اور گپھا کا نواس بھیکھ دھارن۔ گھر
بار کا تیاگ۔ مون دھارن کرنا۔ یہ سب تیر دُور پھینکنے کے برابر ہیں اسے پریمی
بھائی۔ یہ بتا۔ کہ تجھے کس سے جدائی اور دُوری ہے۔ مجھے تیری طرف سے
بہت شکایت ہے اسے کہ تُو نے اپنے کو شریر رُوپی کمان ہی سمجھ لیا ہے۔
تجھ سے جتنے تیر نکلتے ہیں وہ بہت دُور جا پڑتے ہیں۔ اس طرح تو ہمیشہ ہی
اپنے شکار سے دُور رہے گا۔ یعنی پریتم کے وصال سے محروم رہے گا۔ اس واسطے
تو دل کی آنکھ کھول اس یار کے سُندر مکھ کو دیکھ اور چاروں طرف ہر جگہ ہر
شئے میں اپنے دلبر کو نہار۔ آنکھ کی ضرورت ہے۔ جو پیارے کو دیکھے۔ اس
معشوق نے ہر شئے میں اپنا جلوہ ظاہر کیا ہُوا ہے

پر یہ یاد رکھو۔ پریتم کو دیکھنے کیلئے تمہیں آنکھ بنوانی پڑے گی۔ ورنہ وہ
پیارا تو ہر سُو اور ہر جا رونق افروز ہے۔ ہر وستو کے اندر ست سروپ ہو
کر موجود ہے۔ وہ پرماتما استی بھاتی پریہ رُوپ سے سب وستوؤں میں موجود
ہے۔ جیسے کتاب ہے۔ کتاب کا ہونا اس کی استی ہے وہ دکھائی دیتی ہے
یہ بھاتی ہے اس کے پڑھنے سے سُکھ ملتا ہے۔ اس لئے وہ پریہ ہے۔ استی
ست ہے۔ بھاتی چیت ہے۔ پریہ آنند ہے۔ اس طرح کتاب کے نام روپ کے
نیچے سچدانند سروپ پرماتما موجود ہے پریتم پیارے کا منہ کہیں چھپا ہوا یا ڈھکا

ہُوا نہیں ہے۔ یہ تو ہماری نظر میں نقص ہے۔ نام سمرن کا سُرمہ ڈالو۔ تاکہ نظر ٹھیک ہو۔ اے سرد دل۔ تو ہمت ہار گیا ہے۔ دل چھوڑ بیٹھا ہے۔ تیرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ دل کی گرمی کہاں گئی۔ پربھو ملن کا شوق کہاں گیا۔ تیری برہ اور لگن کو کیا ہُوا۔ جس طرح گدھا دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح شاید تُو بھی مایا کی دلدل میں پھنسا ہُوا ہے۔ اگیان اور بے سمجھی سے تُو نے دُنیا کو دل دیدیا ہے۔ اس لئے سرد دل معلوم ہوتا ہے۔ دل کا علاج کر۔

مثنوی ؎ درد مندے کو کہ درمانش نیافت۔ کو پریشانی کہ سامانش نیافت
کیست مشتاقے کہ باشد جاں بہ لب۔ از فراقِ او بود در تاب و تب
تا بود ایں دیوِ نفست ہم نشیں۔ کے بود بینا ترا چشمِ یقیں
چوں تو مقدوری نداری فتحیاب۔ گریہ کن تا حشر بر حالِ خراب

شبد ارتھ:۔ ایسا کون درد مند ہے۔ جس نے اس کا علاج نہ پایا ہو۔ اور ایسا کون سا پریشان ہے جس کو سامان نہ ملا۔ ایسا کون مشتاق ہے جو جان بلب ہو۔ اور اس کی جُدائی سے بہت بے قرار ہو۔ جب تک شیطان نفس تیرا ساتھی رہے گا۔ تیری یقین کی آنکھ کیسے دیکھنے والی ہو سکتی ہے۔ جب تو کامیابی کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو اپنے حالِ زار پر تا قیامت روتا رہ۔

بھاوارتھ:۔ کیا دُنیا میں ایسا کوئی بیمار ہے جس نے بیماری کی دوا تلاش کی اور اس کو نہ ملی ہو۔ ایسی کونسی پریشانی ہے۔ جس کے دُور کرنے کیلئے پربھو کی سرشٹی میں سامان نہیں ملتا۔ کیا ایسا کبھی کوئی متلاشی اور مشتاق پریمی دیکھا ہے جو اپنے پریتم کیلئے جان قربان کر رہا ہو اس کی جان لبوں پہ ہو۔ اور جدائی

سے بہت زیادہ بے قرار ہو اور پرماتما تے اس کی وصال کی آرزو پوری نہ کی ہو۔ اس مالک کل کے گھر میں کسی پرکار کی کمی نہیں۔ وہ سب جانتا ہے اور موقعہ محل کے مطابق ہر طرح کا علاج مہیا کرتا ہے۔ لیکن جب تک تیرا نفس دالو روپ میں تمہارا ساتھی ہے یعنی تم اپنے من کے آدھین ہو کر کام کرتے ہو۔ تمہارے یقین کی آنکھ کیسے دیکھنے والی ہو سکتی ہے یعنی تمہارے یقین میں کمی رہے گی۔ اور تو وصال یار سے محروم رہیگا۔ اگر تو ست مارگ میں سپھلتا کی آشا نہیں رکھتا۔ اگر اپنی کامیابی پر شک ہے تجھے اپنے مالک پر اور اپنے پر پورا بھروسہ نہیں ہے۔ تو پھر روز قیامت تک اپنے حال زار پہ رویا کر۔ گریہ وزاری کر۔ شاید اس دیا کے ساگر۔ جہاں پربھو دین دیال کو تیرے حال پر رحم آجاوے ★ ادم ★ آمین ★

بہ حکم ایزدی مثنوی حضرت بو علی شاہ قلندر معہ ترجمہ و تشریح سماپت ہوئی۔

نرسنگداس لو
9-1-1982

حکایت عارفِ صاحبِ کمال

مثنوی ۔ بود مردے عارف و صاحب کمال ۔ کوچہ دل بستہ از وہم و خیال
پادشاہی کردہ در اقلیم دل ۔ بود از ایام غفلت منفعل
سالہا کردہ عبادت بے ریا ۔ در دلش نگذشتہ جز ذکرِ خدا
چوں چنیں بگذشت او را چند سال ۔ خویش را از کاملاں کردہ خیال
گفت مثلم نیست کامل در جہاں ۔ چوں عسس ہستم بہ دل پاسباں
شہوت و حرص و ہوس کردیم دور ۔ از تعلقہا دلم دارد نفور
ایں تصور کرد چوں مردِ خدا ۔ ناگہاں در گوش او آمد ندا
از تکبر چوں نظر کردی بخویش ۔ دور افتادی حجاب آمد بہ پیش

شیدا رشتہ ۔ ایک عارف اور صاحب کمال مرد تھا۔ اس نے دل کے کوچہ کو وہم و خیال سے بند کیا ہوا تھا۔ وہ دل کی ولایت میں بادشاہی کرتا تھا۔ غفلت کے زمانے سے شرمندہ تھا۔ اس نے برسوں بے ریا عبادت کی تھی۔ خدا کے ذکر کے سوا اس کے دل میں کچھ نہ گذرتا تھا۔ جب اس کو اسی طرح چند سال گذرے۔ تو اس نے اپنے آپ کو کاملوں میں سے خیال کیا۔ کہنے لگا۔ میرے برابر جہان میں کوئی کامل نہیں ہے۔ کوتوال کی طرح میں اپنے دل کا نگران ہوں۔ شہوت حرص و ہوس کو میں نے دور کیا ہے دنیا کے تعلقات سے میرا دل نفرت کرتا ہے۔ جب اس مرد خدا نے یہ تصور باندھا۔ اچانک اس کے کان میں آواز آئی۔ جب تو نے غرور سے اپنے میں نظر کی تو ہم سے دور جا گرا اور آگے پردہ آ گیا۔

بھاوارتھ:۔ کہتے ہیں ایک شخص خداشناس گیانوان پورن پرش اور صاحب کمال تھا۔ اس نے اپنے دل کو وہم وخیال یعنی کرم بھرم سے شدھ کیا ہوا تھا۔ وہ اپنے دل کا آپ مالک تھا۔ ارتھات اس نے اپنے من اور اندریوں کا دمن کیا ہوا تھا۔ واسناؤں کا تیاگ کر کے نرواس پلس پا چکا تھا۔ اگیان کال کے کرموں سے وہ بہت شرمندہ تھا اور پشچاتاپ کر کے توبہ کرتا تھا۔ کئی سالوں تک سچی خدا کی بندگی اس نے کی۔ یہاں تک کہ اس کے دل میں پربھو نام سمرن کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں گذرتا تھا۔ آٹھ پہر اکھنڈ نام سمرن میں لین رہتا تھا۔ جب اس پرکار سادھن سمپن ہو کر کچھ سال بیتے۔ تو اس نے اپنے خیال میں یہ سمجھا کہ میں اب پورن پرش سدھ ہو گیا ہوں۔ اور یہ کہنے لگ پڑا۔ دنیا میں میرے جیسا کامل اور پورن کوئی نہیں۔ میں اپنے دل پر کوتوال کی طرح نگرانی کرتا ہوں۔ میرے کام کرودھ لوبھ موہ روپی وکار دور ہو گئے ہیں اور میرے دل میں ہر پرکار کے سمبندھوں سے نفرت ہو چکی ہے۔ یعنی میرا دل موہ مایا اور ممتا سے رہت ہو گیا ہے۔ جب اس طرح کے سنکلپ اس کے اندر اٹھ رہے تھے۔ تب اس کے کانوں میں اچانک آواز آئی جب اہنکار اور غرور سے تو نے اپنے اندر نظر کی تو ہم سے دور گر گیا ہے۔ اور تیرے دل کے آگے پردہ آ گیا ہے۔ مطلب یہ ہماری دل کی آنکھوں پر موہ مایا اور اہنگتا کا پردہ ہے۔ جب تک اہنگتا اور ممتا موجود ہے۔ تب تک ہم پرماتما سے دور گرے رہتے ہیں۔ پھر کبھی کہ اپنے اندر درشٹی پات کرنی چاہیئے۔ اہنکار وا اور متسیریہ سے بچ کر رہنا چاہیئے۔

مثنوی سے تا نہ گردد رفع از تو ایں حجاب ۔ کے رہی پا در حریم ایں جناب

مُنفعل شد شیخ از اسرار خویش۔ شد پریشاں توبہ کرد از کار خویش
باز بستہ عہد تازہ از خُدا۔ تا کند در راہِ حق جان را فدا
پاک کن آئینہ دل از غبار۔ تا بیائد عکس از رُوئے نگار
آنچہ مے خواہد دلت اے حیلہ جو۔ نفس تو صد حجت آرد بہر تو
گر حرام ست مے کُنی بر خود حلال۔ مے شود تسکیں دلت با صد خیال
چو مسلط بر تو گردد ایں مرض۔ عدل و انصافت بود بہر غرض
جہد کن با نفس تا عادل شوی۔ باش منصف تا کہ صاحب دل شوی

شبدارتھ۔ جب تک تجھ سے پردہ دُور نہ ہوگا۔ تو آنجناب کی چار دیواری میں قدم نہ رکھ سکیگا۔ یہ سُن کر شیخ اپنے خیال سے شرمندہ ہُوا۔ پریشان ہُوا۔ اور اپنے کام سے توبہ کی۔ پھر نیا عہد و پیمان خُدا کے ساتھ باندھا تاکہ خُدا کی راہ میں جان کو فدا کرے۔ دل کے آئینہ کو غبار سے صاف کر تاکہ اس محبوب کے چہرہ کا عکس دکھائی دے۔ اے حیلہ جو۔ جس چیز کا تیرا دل خواہاں (خواہشمند) ہوتا ہے۔ تیرا نفس سو حجتیں تیرے لئے لاتا ہے۔ اگر وہ حرام ہے۔ تو اپنے لئے حلال کرتا ہے۔ تیرے دل کو سو خیالوں سے تسکین ملتی ہے جب یہ مرض تجھ پر غالب ہو جائیگا۔ تیرا عدل و انصاف اپنی غرض کے لئے ہوگا۔ اپنے نفس کے ساتھ جد و جہد کر۔ تاکہ تو عادل ہووے۔ انصاف کرنے والا بن تاکہ تو صاحب دل ہووے۔

بھاوارتھ۔ جب عارف مہاپُرش کے اندر اہنکار پیدا ہُوا۔ اور اس نے اپنے کو سدّھ مان لیا۔ یہی اہنکار ہی پردہ بن گیا۔ اور وہ اپنے رنج سرُوپ سنھتی سے گر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس آواز نے یہ بھی کہا۔ کہ جب تک

تیرے دل سے اہنکار کا پردہ دُور نہ ہوگا۔ تو اللہ کی چار دیواری کے اندر قدم نہ رکھ سکے گا۔ ارتھات تجھے پرماتما کے سروپ میں استھتی پراپت نہ ہوگی۔ جب اس گیانوان نے آواز سُنی اور وچار کیا تو اپنے من کی کلپنا اور اہنگتا کی بھاونا سے وہ بہت شرمندہ ہُوا۔ جوں جوں اور جتنا ادھک سوچتا تھا۔ اُتنا ہی زیادہ دُکھی اور پریشان ہوتا تھا۔ اس نے بہت پشچاتاپ کیا اور اپنے غلط کام سے توبہ کی۔ پھر خُدا کے حضور میں نرمان ہو کر دُعا کی اور نئے سرے سے پرن کیئے کہ وہ خُدا کے راستے میں اپنی جان اتھوا خودی کو فنا کر دے گا۔ تب اس کو اندر سے خُدا کی طرف سے یہ پریرنا ملی" اے شیخ۔ تو دل کے آئینہ سے اہنکار کا دھوآں صاف کر تا کہ تجھے معشوق کے منہ کا عکس دکھائی دے۔ اے پرشاد تھی۔ تیرا دل جو کچھ چاہتا ہے۔ اس کے راستے میں تیرا نفس ہی سَو بادھائیں کھڑی کر دیتا ہے۔ جو حرام ہے اور ناجائز ہے تو اپنے لیئے وہ بھی حلال مان لیتا ہے تیرا دل سو طرح کے خیال کر کے شانت ہو جاتا ہے ارتھات دل پر نفس حاوی ہو جاتا ہے۔ جب یہ خودی کی بیماری تیرے اوپر قبضہ کیئے رہیگی تب تیرا عدل وانصاف بھی تیرے اپنے سوارتھ کے لیئے ہوگا۔ مطلب یہ کہ سوارتھ کے کارن تو ٹھیک نیائے نہیں کر سکے گا۔ اپنی خودی کو دُور کرنے کیلیئے جد وجہد کر تاکہ تو اپنے ساتھ انصاف کر سکے جب تو ٹھیک نیائے کرنے والا بنیگا۔ تب تو پھر صاحب دل ہوگا۔

جب تک منش کے اندر خودی یا اہنگتا ہے۔ تب تک وہ کام کرودھ لوبھ موہ آدی دکاروں سے اگنی کی طرح تپایا جاتا ہے اور وہ ہرگز نیائے نہیں کر سکتا۔ جب خودی سے پرے ہو کر وکاروں سے مُکت ہو جاتا ہے۔ اس وقت

خود خدا ہوتا ہے۔ دلدار سے میل ہو کر ایک ہو جاتا ہے۔

مثنوی ؎ یا الٰہی چشمِ بینائی بدہ۔ در سرم از عشق سودائے بدہ

آتش افگن در دلم مانندِ طور۔ شعلہ برخیزد و گردد زنگ دُور

سالہا شُد از تو مے خواہم ترا۔ حاجتم را چوں نمے سازی روا

از لسان الغیب ایں گردد نوید۔ از درِ تو کس نہ گشتہ نا اُمید

ہر کہ بر درگاہِ تو رو آورد۔ نا اُمید از درگاہ چوں رود

ہر کہ آید بر درت اُمیدوار۔ شاہدِ مقصود یابد در کنار

اے خدائے من بحق مصطفےٰؐ۔ از طفیلِ حرمت اہل عبا

روز محشر دار با اہلِ رسول۔ از طفیل مقبلاں گردد قبول

شبد ارتھ:۔ یا الٰہی مجھ کو چشم بینا دے۔ میرے سر میں عشق کا سودا دے۔ میرے دِل میں طُور کی طرح آگ روشن کر۔ تاکہ شعلہ اُٹھے اور اندھیرا دُور ہو جاوے۔ برسوں ہو گئے تجھ سے تجھ کو چاہتا ہُوں تو میری حاجت کو کیوں نہیں روا کرتا۔ غیب کی زبان سے یہ خوشخبری مِل رہی ہے۔ کہ تیرے دروازے سے کوئی نا اُمید نہیں پھرا۔ جو کوئی تیری درگاہ کی طرف رُخ کرے گا۔ تیری درگاہ سے نا اُمید کیوں جائیگا۔ جو تیرے در پر اُمیدوار بن کر آتا ہے۔ اپنا مطلوب معشوق آغوش میں پاتا ہے۔ اے میرے خدا بہ طفیل حضرت مصطفےٰؐ کے اور بطفیل حرمت اہل عبا کے قیامت کے دن آلِ رسول کے ساتھ رکھیو۔ میری دعا مقبولوں

کے طفیل سے مقبول ہو۔

تیجھا اور تیجھ ۹۔ خودی دُور کرنے کے لئے پرماتما سے پرارتھنا کرو۔ اے خدا! مجھے دیکھنے والی آنکھ عطا کر۔ اور میرے سر میں عشق الٰہی یا پربھو انوراگ کا جنون بھر دے۔ جس طرح حضرت موسےٰ کو کوہ طور پر آگ کے شعلوں کے درشن ہوئے تھے اسی طرح میرے دل میں بھی آگ روشن کر دے۔ اپنا پرکاش پرگٹ کر۔ تاکہ اس آگ سے شعلے اُٹھیں اور میری ساری میل دور ہو جاوے۔ کئی سال ہو گئے۔ میں تجھ سے تجھ کو چاہ رہا ہوں۔ ہے پربھو۔ دینڈیال۔ مجھے اپنا درشن دو۔ میں دنیا نہیں مانگتا۔ مجھے کیول آپ کی چاہ ہے۔ آپ میری سچی ابھیلاشا کو کیوں پورن نہیں کر رہے ہو۔ آکاش بانی یا غیب سے یہ خوشخبری مل رہی ہے۔ کہ تیرے دروازے سے کبھی کوئی نا اُمید نہیں پھرا۔ جو کوئی تیری درگاہ پر حاضر ہوتا ہے۔ وہ کبھی مایوس واپس نہیں جاتا۔ جو کوئی آپ کے دروازے پر آشا لے کر آتا ہے۔ اپنے من چاہی وستو (پریتم) کو اپنی گود میں پاتا ہے۔ مطلب یہ کہ پورن شردھاوان ہو کر جو کوئی پرماتما سے اس کے درشن کے لئے پرارتھنا کرتا ہے۔ وہ پرماتما سب کی منو کامنا پورن کرتا ہے۔ ان کو پرماتما کا ملاپ ہو جاتا ہے۔ پیار اور شردھا کی ازبس ضرورت ہے۔

انت میں فقیر دعا کرتے ہیں۔ اے خدا۔ مجھے حضرت مصطفےٰ اور آلِ عبا کے طفیل قیامت کے روز آلِ رسول کے ساتھ رکھیں اور

میری دُعا اِن مہاپُرشوں کے طفیل جو آپ کے دربار میں مقبول ہو چُکے ہیں۔ قبول ہو * آمین *

ضمیمہ مثنوی حضرت بُو علی شاہ قلندر صاحب سماپت ہُوا۔

نرسنگداس لو

جمال پرنٹنگ پریس دہلی